رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اُردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین۔ اکمل

نمبر ۸ | اگست سنہ ۱۹۲۵ء مطابق محرم الحرام سنہ ۱۳۴۴ھ | جلد ۲۴

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپا کر قادیان سے شائع کیا

فہرست کتب

مندرجہ ذیل کتابیں احباب اگر خرید لیں تو نہ صرف ان کے اپنے معلومات میں اضافہ ہوگا۔ بلکہ وہ انہیں تقسیم کرکے تبلیغ کے فرض سے ایک حد تک سبکدوش ہو سکینگے خدا کے فضل سے یہ نہایت نادر مجموعہ ہے۔ خاص توجہ فرماویں ٭

مختلف ٹریکٹ

رسالہ لا مہدی الا عیسےٰ جس میں تمام احادیث متعلقہ مہدی پر جرح ہے	۴/
چند کارآمد حوالے ۱	۰/
” ” ۲	۰/
آریہ سماجی و گاندھی جی	۰/
احمدی غیر احمدی میں فرق	۰/
مسیح موعودؑ و اُمّت محمّدیہ	۱/
اسلام کی اندرونی تصویر	۰/
کفارہ	۱/
بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ	۱/
چھ ماہ کے پیر بخشی رسالوں کا جواب	۱۰/
بانئ آریہ سماج کے اقوال میں تناقض	۰/
تبرّا کا عدم جواز کتب شیعہ سے	۰/
احمدی عقائد بمقابلہ پیغامی عقائد	۰/

نایاب کتابیں

شیعہ کے بیس سوالوں کے جواب	۴/
پیغام حق	۳/
تحقیق امام آخر الزمان کتب شیعہ سے احمدیت کی تصدیق	۱۴/
مباحثہ بمبئی	۱۰/
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱۲/
فائل تشحیذ الاذہان ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۱ء تک بیس روپے	

تشحیذ بک ایجنسی کی بہترین کتب

۱۔ براہین العقائد۔ فضلاء سلسلہ احمدیہ نے سات ارکان اسلام پر قرآن مجید سے عقلی دلائل دیئے ہیں	۸/
۲۔ معارف القرآن۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے درس القرآن فی رمضان کے گیارہ پاروں کے نوٹ	۸/
۳۔ مقصد مذہب۔ معرکۃ الآراء مضمون جو مذہبی کانفرنس لاہور میں کل مذاہب کے نمائندوں کے سامنے پڑھا گیا	۳/
۴۔ سلسلہ احمدیہ و تصوّف۔ مذہبی کانفرنس ویمبلے لنڈن میں جو دو مضامین پڑھے گئے ان کا ترجمہ	۵/
۵۔ بہاء اللہ ایرانی کی شریعت جدیدہ۔ [illegible]	۶/
۶۔ کمالات احمدیہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مایہ ناز اعتراضات (شہادات مرزا) کا دندان شکن جواب	۶/
۷۔ مباحثہ سرگودہ۔ تحریری مباحثہ جو جناب سید محمد اسحٰق صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب کے مابین صداقت نبوت مسیح موعودؑ پر ہوا	۶/
۸۔ التشریح الصحیح فی نزول المسیح۔ مسئلہ نزول مسیح کے متعلق تمام دلائل جمع کر دیئے ہیں	۶/

نوٹ آٹھوں کتابوں کے اکٹھے خریدار کو اڑھائی روپے (۲/۸) میں یہ کتابیں دیجائینگی ٭

اسلامی تمدن کے بہترین اصول
اُمراء اور غرباء کے تعلقات

یہ ایک اہم سوال ہے کہ مختلف لوگوں کے حقوق کا توازن کس طرح رکھا جائے۔ اور اسوقت کے تمدن کے سبب سے پیچیدہ مسائل بھی ہیں اس لئے میں اِن سب مسائل پر ایک اجمالی نظر ڈالتا ہوں۔ تاکہ اسلام نے ان مشکلات کا جو حل تجویز کیا ہے وہ آپ لوگوں کے ذہن میں آجائے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ تمام دنیا خواہ زمین ہو۔ خواہ سورج خواہ چاند خواہ ستارے یہ سب انسان کے فائدے اور نفع کے لئے پیدا کیئے گئے ہیں۔ پس یہ سب چیزیں اسلامی اصول کے ماتحت تمام بنی نوع انسان کے درمیان مشترک ہیں اور سب بحیثیت مجموعی انکے مالک ہیں۔

مگر اِس اصل کے ساتھ ایک اور اصل بھی ہے جسے اسلام پیش کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اِس لئے پیدا کیا ہے تاکہ یہ دیکھے کہ کون کیسا عمل کرتا ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے اِنسان کی فطرت کے اندر یہ مادّہ رکھا ہے۔ کہ وہ مقابلہ کر کے دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ خود اسلام اِس مقابلہ کی طرف رغبت دلاتا ہے اور فرماتا ہے فاستبقوا الخیرات۔ اے مسلمانو! ایک دوسرے سے نیک کاموں میں مقابلہ کرو۔ اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ جب مقابلہ ہوگا اور کوئی آگے نکل جائیگا اور کوئی پیچھے رہ جائیگا تو لازماً کوئی زیادہ انعام لیجائیگا اور کوئی کم فائدہ حاصل کریگا۔ اور کوئی بالکل محروم رہ جائیگا۔ پس اس فرق کو اسلام تسلیم کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ فرق ہمارا ہی پیدا کیا ہوا ہے اور اِس پر تم کو آپس میں چڑنا نہیں چاہیئے۔ ولا تتمنوا ما فضل اللہ بعضکم علےٰ بعضٍ۔ (نساء ع۵) اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے۔ اِسکے متعلق اپنے دل میں یہ خیال نہ کرو کہ ہم دوسروں سے چھین لیں۔ مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ کے کام

حکمت والے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے بلا وجہ ایسا نہیں کیا بلکہ کارخانہ عالم اسی سے چلتا ہے اور اسی طرح چل سکتا ہے اگر تم اس انتظام میں خلل ڈالو گے یعنی وہ لوگ جو اس طرح مقابلہ میں آگے بڑھ گئے ہیں ان کو انعامات سے محروم کر دو گے تو یہ سب مقابلہ اور کوشش بند ہو جائیگی اور ساتھ ہی دنیا کی ترقی بھی بند ہو جائے گی۔

مگر لوگوں کا حق قائم رکھ کر پھر فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو! جن پر خدا تعالیٰ نے فضل کیا ہے اور تم کو ترقی دی ہے تمھارا فرض ہے کہ تم ان بھائیوں کو جو پیچھے رہ گئے ہیں آگے بڑھاؤ اور ان کو اپنے ساتھ شامل کرو کیونکہ تم کو خیال رکھنا چاہیئے کہ جس مال پر تم قابض ہو انہیں درحقیقت ان غرباء کا بھی حصہ تھا بس آگے نکل جانیکی وجہ سے تم کو یہ نہیں کرنا چاہیئے کہ ان غرباء کو محروم کر دو بلکہ تم کو یہی خوشی اپنا انعام سمجھنا چاہیئے کہ تمھارے کئی بھائی جو تمھاری ہی طرح اس دنیا کے حصہ دار ہیں ہماری ذریعہ سے پرورش پا رہے ہیں اور خدا تعالیٰ نے تم کو اس درجہ پر پہنچایا ہے کہ تم بھی اس کی طرح اسکی مخلوق کی ربوبیت کرو۔ فرماتا ہے وَاٰتُوْھُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اٰتٰکُمْ (نور ع ۴) اور وہ محتاجوں کو خدا تعالیٰ کے مال سے جو اس نے تم کو دیا ہے۔ یعنی بطور امانت تمھارے پاس ہے ورنہ اس میں دوسروں کا حق شامل ہے۔

ان اصول سے آپ لوگ سمجھ گئے ہونگے کہ اسلام کے نزدیک افراد کا مقابلہ نہایت ضروری ہے اور اس مقابلہ کو زندہ رکھنے کے لئے دیانتداری سے وہ لوگ جو کچھ کمائیں ان کے پاس رہنا ضروری ہے۔ ہاں چونکہ اس میں علاوہ ان کی محنت کے دوسرے لوگوں کے حقوق شامل ہیں۔ کیونکہ سب بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے زمین اور اسکے اندر کی چیزیں پیدا کی گئی ہیں۔ اس لئے چاہیئے کہ وہ لوگ کچھ رقم بطور حق ملکیت باقی حصہ داروں کو ادا کریں۔

مگر جب اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اس مقابلہ کا جاری رکھنا دنیا کی ترقیات کے لئے ضروری ہے تو ساتھ ہی ایک اور اہم سوال پیدا ہوتا ہے اس صورت میں تو پھر مقابلہ کے راستوں کو سب بنی نوع انسان کے لئے کھلا رکھنا بھی نہایت ضروری ہے اور اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ جو امور ایسے ہوں ان کے سبب سے عام مقابلہ بند ہو کر چند محدود لوگوں میں مقابلہ آجائے اور باقی سب لوگ مقابلہ سے خارج کیے جا کر صرف تماشا دیکھنے والے بنجائیں۔ ان کی اصلاح کیجائے۔ اسلام اس سوال کی اہمیت تسلیم کرتا ہے اور اس کا جواب اثبات میں دیتا ہے اور مندرجہ ذیل طریق تجویز کرتا ہے جس سے (۱) مقابلہ بھی جاری رہتا ہے (۲) جو لوگ ترقی کریں اور خاص محنت کریں ان کو ان کی محنت اور کوشش کا پھل بھی مل جاتا ہے اور افراد کی

ملکیت قائم رہتی ہے۔ (۳) جسقدر حصہ ان آگے نکل جانیوالوں کی ترقی میں باقی لوگوں کی مملوکہ اشیاء یا ان کی محنتوں کا تھا وہ بھی لوگوں کو دلایا جاتا ہے (۴) بنی نوع انسان کے لئے ترقی کا دروازہ کھلا رہتا ہے کسی خاص قوم یا خاص خاندانوں میں محدود نہیں رہتا۔ بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے لئے بھی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی حاصل کرنیکا موقع موجود رہتا ہے اور کسی جماعت کو نسلاً بعد نسلٍ دوسرے لوگوں پر حکومت حاصل نہیں ہوتی۔ (۵) تمام بنی نوع انسان کی ضروریات بھی بلا تکلّف پوری ہوتی رہتی ہیں وہ طریق یہ ہیں:۔

اول۔ اسلام اس امر کا مدعی ہے کہ جسقدر اشیاء دنیا میں موجود ہیں ان میں سب بنی نوع انسان شریک ہیں اور اسوجہ سے دنیا میں حقیقی ملکیت کوئی نہیں۔ زید کے پاس جو کچھ ہے وہ اسکی ملکیت ان معنوں میں نہیں کہ دوسروں کا اس میں بالکل حصہ ہی کوئی نہیں بلکہ اسکی ملکیت وہ اسوجہ سے کہلاتا ہے کہ اس میں اس کا حصہ دوسروں کی نسبت زیادہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس نے محنت کر کے اسکو حاصل کیا ہے ورنہ اس میں اور لوگوں کے حصے بھی شامل ہیں۔ چنانچہ اسلام امراء کے مال میں غرباء کا حق قرار دیتا ہے۔ فرماتا ہے فی اموالھم حق للسّائل والمحروم۔ (ذاریات ع۱) امراء کے مال میں ان کا جو بول سکتے ہیں یعنی انسانوں کا بلکہ ان حیوانوں کا بھی جو نہیں بول سکتے بطور حق کے حصہ ہے۔

اسی طرح فرماتا ہے قریبیوں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو ان کے حق دو (روم ع۴)۔ پس وہ حکم دیتا ہے کہ روپیہ کو بند رکھنا درست نہیں۔ کیونکہ اسی طرح لوگ اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں اور وہ مجبور کرتا ہے کہ لوگ روپیہ کو خرچ کریں یا کام پر لگائیں کیونکہ دونوں صورتوں میں لوگ اس روپیہ سے فائدہ اٹھاتے رہینگے۔ اگر وہ خرچ کریگا تو بھی چکر کھانے لگے گا اور لوگوں کو فائدہ ہوگا اور اگر کسی کام پر لگائیگا تو بھی کچھ لوگ بطور ملازمت کے فائدہ اُٹھائینگے کچھ وہ لوگ جن سے لین دین ہوگا فائدہ اٹھائینگے۔ اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے تو اسکے حق میں فرماتا ہے۔ ان اللّٰہ لا یحبّ من کان مختالا فخورا۔ الّذین یبخلون و یأمرون النّاس بالبخل ویکتمون ما اٰتٰھم اللّٰہ من فضلہ واعتدنا للکافرین عذاباً مُّھیناً۔ (سورہ نساء ع۶) اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا متکبّروں اور اترانے والوں لوگوں کو جو روپیہ بند کر کے رکھ چھوڑتے ہیں اور لوگوں کو بھی کہتے ہیں کہ تم بھی ایسا ہی کرو اور جو کچھ خدا نے اپنے فضل سے دیا ہے اسکو چھپا چھوڑتے ہیں ان کو ایسا نہیں چاہیے۔ اگر یہ اس نصیحت کو قبول نہ کرینگے تو انکو رسوا کرنے والا عذاب آئیگا۔ یعنی اگر وہ اس طرح اپنے اموال کو چھپاتے اور جمع کرتے چلے جائینگے تو ان کی قوم ذلیل ہو جائیگی اور وہ بھی ساتھ ہی ذلیل ہونگے۔

اب دوسری صورت جو اموال کے جمع کرنے کی ہے اسمیں نقص ہو سکتا تھا کہ لوگ اچھا ... پر سب

روپیہ خرچ کردیں اور اسراف سے کام لیں اس کا علاج اسلام نے یہ کیا ہے کہ ہر قسم کی عیاشیوں کو روک دیا ہے۔ اسلام کھانے میں اسراف کو پہننے میں اسراف کو۔ مکان بنانے میں اسراف کو غرض کہ ہر چیز میں اسراف کو منع کرتا ہے۔ اسوجہ سے ایک مسلمان جو اسلام کے احکام پر عمل کرتا ہے اپنی ذات پر یوں روپیہ خرچ ہی نہیں کرسکتا کہ جس سے دوسرے لوگوں کے حقوق تلف ہوجائیں۔

لیکن چونکہ ہوسکتا تھا کہ بعض لوگ باوجود اسلام کے اس حکم کے کہ روپیہ جمع نہ کیا کریں بلکہ اسکو خرچ کریں یا کام میں لگائیں۔

روپیہ خرچ کرتے رہیں اور چونکہ خالی اس حکم سے لوگوں کے وہ حقوق جو تمام اموال میں اسلام تسلیم کرتا ہے پوری طرح نہیں ادا ہوسکتے تھے اس لئے اسلام نے حکم دیا ہے کہ جسقدر جائیداد کسی انسان کے پاس سونے۔ چاندی کے سکے یا اموال تجارت کی قسم کا ہو اور اسپر ایک سال گذر چکا ہو اس پر حکومت اس سے اڑھائی فیصدی ٹیکس سالانہ لیا کرے جو ملک کے غرباء اور محتاجوں پر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ اس صدقہ کی غرض کے متعلق استعمال فرمائے ہیں ان میں آپ صاف طور پر ظاہر فرماتے ہیں کہ یہ مال اس غرض سے اُمراء سے لیا جاتا ہے کہ ان کے اموال میں غرباء کا حصہ شامل تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ انّ اللہ افترض علیھم صدقہ توخذ من اغنیاءِھم وترد علی فقراءھم (عن ابن عباس متفقہ علیہ) اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائیگی اور ان کے غرباء کی طرف لوٹائی جائیگی۔

"لوٹائی جائیگی" کے الفاظ صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ اس ٹیکس کو غرباء کا حق سمجھا گیا ہے اور یہ قرار دیا گیا ہے کہ امراء کی دولت میں غرباء کے حقوق اور ان کی محنت بھی شامل ہے۔ مگر چونکہ انکے حقوق کا متعین اندازہ مشکل تھا اس لئے ایک قاعدہ مقرر کردیا کہ جسکے مطابق انسے زکوٰۃ لے لی جایا کرے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ٹیکس جسے زکوٰۃ کہتے ہیں آمدن پر نہیں ہے بلکہ سرمایہ اور نفع سب کو ملا کر اسپر لگایا جاتا ہے اور اس طرح اڑھائی فیصدی درحقیقت بعض دفعہ نفع کا پچاس فیصدی بن جاتا ہے اس حکم کی موجودگی میں کوئی مال کو بے وجہ جمع نہیں رکھ سکتا کیونکہ اس صورت میں اس کا مال تھوڑے ہی عرصہ میں ٹیکس کی ادائیگی میں خرچ ہوجائیگا۔

قرآن کریم میں بھی اس امر کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ زکوٰۃ کی غرض درحقیقت امراء کے مالوں کو پاک کرنا ہے یعنی ان کے مالوں میں جو ملک کے دوسرے لوگوں کی محنت اور ان کے حقوق کا ایک حصہ شامل ہوگیا ہے اسکو ادا کرکے خالص ان کا حق علیحدہ کروانے کے لئے یہ ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ چنانچہ

اللہ فرماتا ہے۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ (توبہ ع ۱۳) لوگوں کے مالوں سے صدقہ لے اور اس طرح ان کو پاک کر لیں۔ ان کے مال اس ذریعہ ہر قسم کی ملونی سے پاک ہو جائینگے اور دوسروں کے حق ان سے الگ ہو جائینگے۔ پھر فرماتا ہے چاہیئے کہ یہ مال جو امراء سے وصول کیئے جائیں انسے غرباء کو ترقی کی طرف لیجایا جائے۔

زکوٰۃ کے حکم سے اسلام نے ان تمام حقوق کو ادا کر دیا ہے جو امراء کے مال میں غرباء کی طرف سے شامل تھے۔ اور اس طرح سرمایہ اور مزدوری میں صلح کرادی ہے کیونکہ علاوہ مناسب مزدوری جو کارکن حاصل کرتے ہیں اسلام ان کے اور ان کے غریب بھائیوں کی خاطر امراء سے اڑھائی فیصدی ٹیکس کل جائداد پر وصول کرتا ہے۔

گو اس ٹیکس کی وصولی سے مالی پہلو تو حل ہو جاتا ہے مگر یہ سوال رہ جاتا ہے کہ امراء نے غرباء یا درمیانی درجہ کے لوگوں کے لئے ترقی کا کوئی راستہ کھلا چھوڑا ہی نہیں پھر وہ ترقی کس طرح کریں۔ اس سوال کا جواب دیتا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کا حق ہے کہ ان کے لئے ترقی کا راستہ کھلا رکھا جائے وہ اس امر کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی شخص دوسروں کا راستہ روک کر کھڑا ہو جائے۔ ایک دوڑ جو کئی آدمیوں میں ہو رہی ہو اس میں ہر ایک شخص یکساں ہمدردی کے ساتھ ہر ایک دوڑنیوالے کو دیکھیگا۔ مگر اس کے ساتھ کسی کو ہمدردی نہیں ہو سکتی جو آگے ہو کر اس طرح کھڑا ہو جاتا ہے کہ کوئی دوسرا آگے نہ بڑھ سکے۔ اگر اسکو جائز رکھا جائے تو مقابلہ وہیں بند ہو جائیگا اور چند لوگ جو پہلے آگے نکل چکے ہیں سب ترقیات اپنے ہی ہاتھ میں رکھینگے اور کسی دوسرے کو حصہ نہ دینگے۔ اسلام اسکی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور اس نے اس نقص کی جڑ کو کاٹ کر ترقی کا راستہ سب کے لئے کھولدیا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو اس نقص کے باعث کہ بعض ملکوں میں چند گھرانوں میں تمام ترقیات محدود ہو گئی ہیں تین ہیں:۔

(۱) جائیداد کا تقسیم نہ ہونا بلکہ صرف بڑے لڑکے کے قبضہ میں رہنا اور مال کے متعلق باپ کو اختیار ہونا کہ جسقدر چاہے جسکو چاہے دیدے۔

(۲) سود کی اجازت کی وجہ سے ایک ہی شخص یا چند افراد بغیر محنت کے جسقدر چاہیں اپنے کام کو وسعت دے سکتے ہیں۔

(۳) منافع کی زیادتی۔

ان تین نقائص کی وجہ سے بہت ممالک میں لوگوں کے لئے ترقیات کے راستے بالکل محدود ہو گئے

ہیں جائیدادیں چند لوگوں کے قبضہ میں ہیں اور اس وجہ سے غرباء کو جائیدادیں پیدا کرنیکا موقع نہیں۔ سود کی وجہ سے جو لوگ پہلے ہی اپنی ساکھ بٹھا چکے ہیں وہ جسقدر چاہیں روپیہ لے سکتے چھوٹے سرمایہ دار کو ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں منافع کی زیادتی کی وجہ سے دولت ایک آبشار کی طرح چند لوگوں کے گھروں میں جمع ہو رہی ہے۔

اسلام نے ان نقائص کے مٹانے کے لئے تین ہی علاج کئے ہیں:-

اوّل ورثہ کے تقسیم کئے جانیکا حکم دیا ہے۔ کسی شخص کا اختیار نہیں ہے کہ اپنی جائیداد کسی ایک شخص کو دیجاوے۔ تاکہ ایک طبقہ کے پاس دولت محفوظ رہے اسلام حکم دیتا ہے کہ مطابق شریعت تمام اولاد ماں باپ۔ بیوی۔ خاوند یا بھائیوں بہنوں میں ہر مرنے والے کی جائیداد تقسیم ہوجانی چاہیئے۔ اس تقسیم کے بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ اس حکم کی وجہ سے ایک اسلامی شریعت پر چلنے والے ملک میں ایک شخص جو بڑی ترقی کرجاتا ہے اسکی اولاد محض اس کی ترقی کے سہارے پر نہیں بیٹھ سکیگی۔ بلکہ اسکی جائیداد چونکہ چھ سات جگہ تقسیم ہوجائیگی۔ مکان بھی اور زمینیں بھی اور مال بھی اس لئے سب کو پھر نئے سرے سے محنت کرنی پڑیگی اور چونکہ زمینیں تقسیم ہوتی چلی جائینگی ایک معمولی مزدور بھی ان میں سے ایک حصہ خریدنے پر قادر ہوسکیگا اور اپنی آئندہ ترقی کی بنیاد اس پر رکھ سکیگا۔ غرض تقسیم جائیداد کے سبب سے کوئی نسلی دیوار نہیں کھڑی ہوسکے گی۔

دوسری روک غرباء کے راستہ میں سُود ہے۔ سُود کے ذریعے سے وہ تاجر جو پہلے سے ساکھ بٹھا چکے ہیں جسقدر روپیہ کی ان کو ضرورت ہو آسانی سے بنکوں سے لے سکتے ہیں۔ اگر ان کو اس طرح روپیہ نہ مل سکتا تو وہ یا تو دوسرے لوگوں کو اپنی تجارت میں شامل کرنے پر مجبور ہوتے یا اپنی تجارت کو اس پیمانے پر نہ بڑھا سکتے کہ بعد میں آنیوالے لوگوں کے لئے روک بن سکیں اور ٹرسٹس اور ایسوسی ایشنز قائم کرکے دوسرے لوگوں کے لئے ترقی کا دروازہ بالکل روک دیں۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ مال ملک میں مناسب تناسب سے تقسیم ہے رہتا اور خاص خاص لوگوں کے پاس حد سے زیادہ مال جمع نہ ہوسکتا جو ملک کی اخلاقی ترقی کے لئے مہلک اور غرباء اور درمیانی طبقہ کے لوگوں کے لئے تباہی کا موجب ہوتا۔

اب ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر سود بند کیا جائیگا تو تمام تجارتیں تباہ ہوجائینگی مگر یہ امر درست نہیں ×× سُود کی وجہ سے تجارتیں نہیں چل رہیں بلکہ سُود پر ان کی بُنیاد رکھی گئی ہے اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سُود پر چل رہی ہیں۔ ×× اسکے دو خطرناک اثر ملکوں کے امن کے خلاف پڑ رہے ہیں ایک اسکے ذریعے سے دولت محدود ہاتھوں میں جمع ہو رہی ہے دوسرے اسکی وجہ سے جنگیں آسان ہوگئی

ہیں۔ ×× پس جنگیں خواہ اندرونی ہوں خواہ بیرونی جبھی بند ہونگی اور ملکوں میں امن جبھی قائم ہوگا جب سُود کے رواج کو تمدّن کے دائرے سے باہر نکالدیا جائے گا۔

تیسری صورت جو نفع کی زیادتی کی تھی اس کا اسلام نے ایک تو اس ٹیکس کے ذریعے سے انتظام کیا ہے جو غرباء کی خاطر امراء سے لیا جاتا ہے۔ اس ٹیکس کے ذریعے سے اتنی رقم امراء سے لیجاتی ہے کہ ان کے پاس اسقدر روپیہ اکٹھا ہی نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کے زور سے ملک کا سارا روپیہ جمع کرنیکی کوشش کریں۔ کیونکہ جسقدر روپیہ ان کے پاس ہوگا اس میں سے ہر سال ان کو غریبوں کا ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ دوسرے شریعت نے یہ انتظام کیا ہے کہ غرباء میں سے ہوشیار اور ترقی کرنیوالے لوگوں کو اس ٹیکس میں سے اسقدر سرمایہ دیا جائے کہ وہ اپنا کام چلا سکیں اس ذریعہ سے نئے نئے لوگوں کو ترقی کرنیکا موقع ملیگا اور کسی کو شکایت کا موقع نہیں رہیگا۔

تیسرے اسلام نے اُن ترکیبوں سے منع کر دیا ہے جن کے ذریعہ سے لوگ ناجائز طور پر زیادہ نفع حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلام اس امر کو گناہ قرار دیتا ہے کہ کوئی شخص تجارتی مال کو اس لئے روک رکھے تا اسکی قیمت بڑھ جائے اور وہ زیادہ قیمت پر فروخت ہو۔ پس اس اصل کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ٹرسٹس کی قسم کے تمام ذرائع جن سے نفع زیادہ کیا جاتا ہے اسلامی تعلیم کے مطابق ناجائز ہونگے اور حکومت ان کی اجازت نہ دیگی۔

ایک نقص اور ہے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کے ہاتھ میں مال زیادہ جمع ہوجاتا ہے اور وہ کانوں کی دریافت ہے۔ اس کا علاج اسلام نے یہ کیا ہے کہ کانوں میں سے پانچواں حصہ گورنمنٹ کا مقرر کیا ہے اور جو مال کانوں کے مالک جمع کریں اور اس پر سال گذر جائے اسپر زکوٰۃ الگ ہے گویا اس طرح حکومت کانوں حصہ دار ہوجاتی ہے۔ اور غرباء کے لئے ایک کافی رقم ملجاتی ہے جس سے انکے حقوق ادا کئے جاسکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص جس کی زمین میں سے کان نکلی ہو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق نہ رکھے تو چونکہ گورنمنٹ کا بھی اسی میں حصہ ہے گورنمنٹ مناسب معاوضہ دیکر اسے خرید سکتی ہے یا اور کسی کے پاس اسکے حصہ کو فروخت کرنے کی اجازت دے سکتی ہے اس طرح کانوں کی وجہ سے جو نظام تمدّن میں نقص ہے وہ بھی دور ہوجاتا ہے ÷

یسوع کے معجزات اقتداری نہ تھے

[یہ مضمون ایک پادری صاحب کے جواب میں ہے جو یسوع مسیح کے معجزات کو بمقابلہ دیگر انبیاءؑ اقتداری و اختیاری (یعنی جب چاہیں دکھا سکیں) قرار دیتے تھے - (ایڈیٹر)]

عیسائی دوستوں کے سامنے جس وقت یسوع مسیح کے مقابلے میں دیگر انبیاء کرامؑ اور بزرگان بنی اسرائیل کے معجزات بائیبل سے ہی پیش کیئے جاتے ہیں - تو وہ عموماً کہہ دیا کرتے ہیں - کہ مسیح کے معجزات اقتداری اور اختیاری تھے - اور باقی انبیاءؑ کے معجزات ایسے نہ تھے - لہٰذا وہ خدا ہوئے -

کیا معجزات سے انسان خدا بن جاتا ہے؟

بائیبل پر عمیق نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ معجزات سے اُلوہیت تو کجا کسی شخص کا راستباز اور پاک نبی ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا - کیونکہ بائیبل مانتی ہے کہ جھوٹے نبی بھی معجزات دکھلا سکتے ہیں - ذیل کے تین حوالے اس کا کافی ثبوت ہیں :-

(۱) "اگر تمھارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تمھیں کوئی معجزہ یا نشان دکھلاوے اور اس نشان یا معجزے کے مطابق جو اس نے تمھیں دکھایا - بات واقع ہو اور وہ تمھیں کہے آؤ ہم غیر معبودوں کی جنھیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں اور ان کی بندگی کریں تو ہر اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھریو - کہ خداوند تمھارا خدا تمھیں آزماتا ہے" استثنا ۱۳/۱-۳

(۲) "جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھینگے - اور ایسے بڑے نشان اور کرامتیں دکھاوینگے کہ اگر ہو سکتا تو وے برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے" متی ۲۴/۲۴

(۳) "اس دن بہتیرے مجھے کہیں گے اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سی کرامات نہیں کیں ؟ اور اس وقت میں ان سے صاف کہونگا کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا - اے بدکارو ! میرے پاس سے دور ہو" متی ۷/۲۲-۲۳

ایک حوض کے کارنامے

یسوعی معجزات کی رونق دُور کرنے کے لئے بیت حسدا کا واقعہ کافی ہے - جس کو باوجود یسوع کے معاملہ میں غلو کرنے کے انجیل نویس بھی چھپا نہیں سکے چنانچہ انجیل یوحنا میں لکھا ہے :-

"اور یروشلم میں بھیڑ دروازہ کے پاس ایک حوض ہے جو عبرانی میں بیت حسدا کہلاتا ہے اس کے پانچ اسارے ہیں - ان میں ناتوانوں اور اندھوں اور لنگڑوں اور پژمردوں کی ایک بڑی بھیڑ پڑی تھی - جو پانی کے ہلنے کی منتظر تھی - کیونکہ ایک فرشتہ بعضے وقت اس حوض میں اُتر کے پانی کو ہلاتا

تھا۔ اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی پہلے اس میں اُترتا کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہوا ہو اس سے چنگا ہوجاتا تھا۔" یوحنا ۵/۴ ۱۸۹۵ء

اس حوالے کی موجودگی میں عیسائیوں کا کوئی حق نہیں۔ کہ یسوع کے مفروضہ معجزات کو انکی طرف منسوب کریں۔ کیونکہ اغلب ہے کہ یسوع نے اس حوض کا پانی ساتھ رکھا ہو اور اسکے ذریعہ بعض بیماروں کو اچھا کرتا ہو۔

یسوع نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا۔

حیرت کا مقام ہے۔ کہ یسوع بیچارہ تو معجزات دکھلانے سے انکار کرتا ہے۔ مگر حضرات عیسائی صاحبان معجزات کا ایک طومار اسکی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ تو وہی بات ہے۔ "مدعی سست گواہ چست"۔ چنانچہ انجیل میں صاف لکھا ہے:۔

"تب بعضے فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں کہا کہ اے اُستاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھا چاہتے ہیں۔ اس نے انہیں جواب دیا اور کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائیگا۔"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ یسوع مسیح نے ہرگز کوئی معجزہ نہیں دکھلایا اگر دکھلایا ہو تو یہ اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔ اس عبارت میں جناب یسوع نے اناجیل لکھنے والوں کے تمام بناوٹی اور خود ساختہ معجزات کی تردید کردی ہے۔ ہاں انہوں نے بقول متی (کیونکہ مرقس میں اس کا ذکر نہیں بلکہ صاف لکھا ہے

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائیگا" مرقس ۸/۱۲)

یونس نبی کے نشان کی مانند نشان دکھلانے کا وعدہ فرمایا۔ مگر عیسائی بدقسمتی سے اس نشان سے بھی منکر ہیں۔ کیونکہ یونسؑ تو تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے مگر عیسائی کہتے ہیں۔ کہ یسوع مردہ رہا ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا۔

کیا یسوع کو اقتداری معجزات کا دعویٰ تھا؟

یسوع نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میں اپنے اختیار اور قدرت سے معجزات دکھلاتا ہوں۔ بلکہ اس نے صاف اقرار کیا ہے۔ کہ جو کچھ تھوڑا بہت میں نے کیا وہ بھی اپنی طاقت سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ (باپ) کے نام اور اس سے دعا کے ذریعہ کیا ہے چنانچہ صاف لکھا ہے:۔

"یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے تو تمہیں کہا اور تم نے یقین نہ کیا۔ جو کام میں اپنے باپ کے نام سے کرتا ہوں یہ میرے گواہ ہیں۔" یوحنا ۱۰/۲۵

اقتداری نشان کا موقعہ اور مطالبہ

جس وقت یسوع کو صلیب دیا گیا۔ اسوقت بھی آپ سے مطالبہ کیا گیا

مگر آپ عاجز و قاصر رہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"اگر اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ تو اب صلیب پر سے اتر آوے تو ہم اس پر ایمان لاوینگے" متی ۲۷/۴۲

دوستو! غور کرو۔ کہ اقتدار اور معجزہ کی شناخت اور اس کے اظہار کا اس سے بڑھ کر کونسا موقعہ ہوسکتا تھا لیکن وہ باوجود مخالفین کے وعدہ ایمان کے بھی اتر نہ سکے بلکہ لکھا ہے:۔

"نویں گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا" متی ۲۷/۴۶۔ اور پھر لکھا ہے:۔

"یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی" متی ۲۷/۵۰

کیا یہ ظلم نہیں کہ ایسا شخص جس کو چند آدمی پکڑ کر پھانسی دیدیتے ہیں۔ اور اتر آنے پر ایمان کا وعدہ کرتے ہیں مگر وہ رو رو کر اور دھوتا (بقول نصاریٰ) مر جاتا ہے قادر مطلق قرار دیا جاتا ہے اور اسکی کرامتوں کو (جن کا وہ خود انکاری ہے) اقتدار قرار دیا جاتا ہے۔

کیا یسوع نے خوشی سے جان دی؟

مرقس ایک مبالغہ آمیز انجیل نویس ہے مگر اس بارہ میں اس نے بھی صاف لکھ دیا ہے۔ کہ مسیح کے معجزات اقتداری نہ تھے چنانچہ اسکے الفاظ یہ ہیں:۔

"اور وہ (یسوع) کوئی معجزہ وہاں نہ دکھلا سکا سوا اسکے کہ تھوڑے سے بیماروں پر ہاتھ رکھ کے انہیں چنگا کیا" مرقس ۶/۵

کیا اس کھلی شہادت کے باوجود کسی منصف کا حق ہے۔ کہ یسوع کے مخترعہ معجزات کو اقتداری قرار دے۔

عیسائیوں کے سامنے طریق فیصلہ

اس بحث خاص میں ہم اپنے بھائیوں کی رہنمائی کرنیکے لئے بالکل آسان راہ ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ انجیل میں لکھا ہے:۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کریگا اور ان سے بھی بڑے کام کریگا" یوحنا ۱۴/۱۲

ان الفاظ میں یسوع نے اپنے ایمانداروں کیلئے اپنے جیسے بلکہ بڑھکر معجزات دکھلانیکا وعدہ فرمایا ہے۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے۔ کہ آیا یسوع کے معجزات اقتداری تھے یا نہیں؟ تو اسلئے بہترین طریق فیصلہ یہ ہے کہ موجودہ عیسائیوں میں سے ایماندار ان معجزات کو جو یسوع کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اقتداری طور پر دکھلائیں۔ اگر وہ ایسا کر دکھائیں تو ہمیں یسوع کے معجزات کے اقتداری ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوگا (گو "ان سے بھی بڑے" کا لفظ احتمال پیدا کرتا ہے) لیکن اگر وہ ایسا نہ کر دکھائیں اور ہرگز نہیں کر سکتے۔ تو اے اہل دانش! گواہ رہو کہ ہم نے نصاریٰ پر حجت پوری کر دی۔

کیا کوئی ہے جو اپنے وہمی ایمان کو کسوٹی پر پرکھنے کے لئے طیار ہو اور یسوع مسیح کے معجزات کو تازہ کرے؟ دیدہ باید۔

تمباکو نوشی کا انسان کی صحت اور اخلاق پر اثر

جب سے تمباکو پرانی دنیا میں لایا گیا ہے۔ اسی دن سے اس کا قدم ترقی پر ہے۔ اور حقہ اور سگرٹ نوشی کا رواج بہت بڑھ رہا ہے طالب علموں میں بھی اس کا رواج عام ہو گیا ہے۔ بلکہ بعض تو محض فیشن کی تقلید میں اس عادت کو اختیار کر رہے ہیں چونکہ اس بد عادت سے صحت اور اخلاق پر مضر اثر پڑ رہا ہے۔ جس سے آئندہ نسلوں کے جسمانی قویٰ اور اخلاقی قوتوں کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارے نوجوانوں کو تمباکو نوشی کے مضر اثرات سے آگاہ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ لوگ جو محض دیکھا دیکھی فیشن کی تقلید میں اس عادت کو ڈال رہے ہیں۔ اسکے برے نتائج سے واقف ہو جائیں۔ اور آئندہ احتیاط کریں۔ اسلام کا منشاء یہ ہے۔ کہ مسلمان چست۔ باہمت اور مشقت کے عادی بن جائیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ایسی چیزوں کے استعمال سے جو جسم کو ڈھیلا۔ سست اور کاہل بنا دیں پرہیز کیا جائے۔ اور جہاں تک ہو سکے اس بری عادت کو جلد چھوڑ دیا جائے۔ اس تمہید کے بعد اب میں تمباکو کی مختصر تاریخ اور اسکے صحت اور اخلاق پر اثرات بتاتا ہوں۔

تمباکو کی تاریخ

جنوبی امریکہ کے باشندے مدتوں سے تمباکو کا استعمال کرتے ہیں۔ ۱۴۹۲ء میں کولمبس جب کوباکے مقام پر پہنچا۔ تو وہاں اس نے اس جزیرہ کے باشندوں کو ناک اور منہ سے دھواں نکالتے دیکھا۔ مگر اسکے ایک صدی بعد تک تمباکو پرانی دنیا میں نہیں لایا گیا۔ اگرچہ امریکہ کے مختلف مقامات پر اس کا استعمال سیاحوں نے دیکھا۔

سر والٹر ریلے کا وفادار نوکر انگلستان میں سب سے پہلے سر والٹر ریلے نے پائپ پیا تھا۔ چنانچہ قصہ مشہور ہے کہ جب اس کے نوکر نے مالک کے منہ سے دھواں نکلتا دیکھا۔ تو اس نے یہ خیال کر کے کہ صاحب بہادر کے منہ کو آگ لگ گئی ہے۔ انپر پانی کی بالٹی ڈال دی۔ مصر ایران اور ہندوستان میں تمباکو سترھویں صدی کے شروع میں لایا گیا۔ جب ہندوستان میں

تمباکو پرتگالی لوگ بادشاہ اکبر کے عہد میں لائے۔ تو اس کی سخت مخالفت کی گئی۔ انگلستان میں ملکہ الزبتھ نے ممانعت کر دی۔ بادشاہ جیمس نے بھی اس پر سخت جرمانہ مقرر کیا۔ ہندوستان میں جہانگیر بادشاہ نے تمباکو نوشی کی سخت ممانعت کر دی۔ اور حکم دیا کہ جو کوئی تمباکو پیئے گا اسکے ہونٹ کاٹ دیئے جائیں گے۔ چنانچہ اکثر لوگوں کو اس حکم کی خلاف ورزی میں تشہیر کیا گیا۔ یعنی منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کرا کے شہر میں پھرایا گیا۔ مگر باوجود اس مخالفت کے تمباکو کا رواج روز بروز ترقی پکڑتا گیا۔ یہاں تک کہ یورپ اور ایشیا کے قریباً تمام ممالک میں اس کا رواج ہو گیا۔

تمباکو نوشی کی عادت کس طرح پڑتی ہے

پیشتر اسکے کہ تمباکو نوشی کے طب کی رو سے نقصانات بیان کیئے جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس امر کا مطالعہ کیا جائے۔ کہ یہ عادت پڑتی کس طرح ہے۔ تاکہ آئندہ نسلوں کو اس بدعادت سے روکنے میں کامیاب ہو سکیں۔

تمباکو کی طرف میلان واضح ہو کہ تمباکو نوشی کا اثر موروثی نہیں ہوتا۔ ہاں تمباکو نوش والدین کی اولاد کی طبائع میں اس عادت کی طرف میلان ہو جاتا ہے۔ مگر یہ میلان طبع اعلیٰ تربیت نیک نمونہ اور اچھی صحبت سے دور ہو سکتا ہے۔ اس عادت کا اثر زیادہ تر بُرے نمونہ سے ہوتا ہے۔

بچوں میں نقل کا مادہ بچوں میں نقل کرنے کا مادہ بہت ہوتا ہے۔ اور ان میں قوت متاثرہ بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ وہی کرتے ہیں جو اپنے والدین کو کرتے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ باپ

نمونہ کا اثر جب حقہ پیتا ہے۔ تو اسکے بچوں میں بھی اس بات کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اس کام کا مزہ لیں۔ باپ کی موجودگی میں تو وہ حقہ کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ کیونکہ سزا کا ڈر ہوتا ہے۔ مگر جب وہ باہر نکل جائے اور حقہ گرم ہو۔ تو ضرور ایک دو گھونٹ لگا لیتے ہیں۔ بس اس طرح آہستہ آہستہ انکو عادت پڑ جاتی ہے۔ سکول کے لڑکوں میں بھی سگرٹ نوشی کی عادت دوسری لڑکوں کے

صحبت کا اثر نمونے سے پڑتی ہے۔ صحبت کا اثر بہت مضبوط ہوتا ہے۔ خاص کر بچوں میں۔ کیونکہ وہ اپنے علم اکثر حصہ غیروں سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جہاں وہ دوسرے بچوں کا اچھا اثر لیتے ہیں وہاں ان کو بد اثر بھی لینا پڑتا ہے۔

بچے دلائل سے کام نہیں لیتے۔ کیونکہ ان میں ابھی اتنی قابلیت نہیں ہوتی۔ کہ چیزوں کے

نیک و بد نمونہ نیک و بد اثرات کا مطالعہ کر سکیں۔ اسلیئے ان پر نمونے کا اثر جلدی ہوتا ہے۔ غرض

حقہ نوشی کی عادت پڑنے میں نمونہ کو بہت دخل ہے۔ بچوں میں چونکہ قوت ارادی بہت کم ہوتی ہے۔ اس لیئے انپر نیک و بد نمونے کا اثر جلدی ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو نوجوان اس بات کا علم ہوتے ہوئے کہ اس عادت کا کوئی فائدہ نہیں، اسکو اختیار کرتے ہیں۔ یہ اُن کی قوت ارادی کی کمزوری کا بیّن ثبوت ہے۔ اور ایسے لوگ جو اندھا دھند دوسروں کی تقلید کریں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔

طبی فائدہ کی غرض سے تمباکو کی عادت

بعض لوگ تمباکو کے کسی طبی فائدہ کی غرض سے اس عادت کو ڈالتے ہیں۔ مثلاً پانی اگر بادی ہو اور کسی دوست نے مشورہ دیدیا کہ اس علاقہ میں حقہ پینا بہت مفید ہوگا۔ تو اسی طرح بعض لوگ تمباکو نوشی شروع کر دیتے ہیں۔ جو آہستہ آہستہ عادت بنجاتی ہے۔ اور اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے پس ثابت ہُوا کہ حقہ نوشی میں نمونہ کا بہت دخل ہے۔ اس لیئے ضروری ہے۔ کہ اوّل تو والدین اس بد عادت کو خود ترک کریں۔ اگر وہ مجبور ہوں تو کم سے کم اپنی اولادوں کے سامنے اس تشنیع امر کے مرتکب نہ ہوں۔ تاکہ وہ اس کے مضر اثرات سے بچ جائیں ؛

اپنے بچوں کے سامنے حقہ نہ پیو

تمباکو نوشی کا صحت پر اثر

تمباکو غذا نہیں دوا ہے

جاننا چاہیئے کہ تمباکو کوئی غذا نہیں بلکہ بیلاڈونا۔ دھتورا اور اجوائن خراسانی کی طرح ایک نباتاتی دوا ہے جس کا اطبا اور ڈاکٹر استعمال کرتے ہیں۔ اور اب بھی وقت ضرورت اس کا دوا استعمال کیا جاتا ہے اس امر کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو روزمرہ کے استعمال کی چیز نہیں بنایا یہ ہے۔ کہ جب کوئی شخص پہلی دفعہ تمباکو کا استعمال کرتا ہے۔ تو

پہلی دفعہ تمباکو پینے والے کی حالت

اُسکا جی متلاتا ہے۔ سر درد کرتا اور چکر آتا ہے۔ کمزوری معلوم ہوتی ہے۔ پسینہ آتا ہے۔ اور دل ڈوبا جاتا ہے۔ گویا یہ طبعی مانعات ہیں۔ جو کہ اس مضر چیز کی عادت سے روکتے ہیں۔ مگر ہمارا نوجوان اپنے دیگر ہم جنسوں کو ذوق شوق سے تمباکو کا عادی دیکھکر خیال کرتا ہے۔ کہ یہ کوئی مفید چیز ہے۔ پس وہ بیچارا ان طبعی مانعات کی پروا نہ کرکے باربار تمباکو نوشی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسکا عادی ہو جاتا ہے۔ اور اس کے مضر اثرات کو محسوس نہیں کرتا (العادۃ طبیعۃ ثانیہ)

پہلی دفعہ غذا کے استعمال سے تکلیف نہیں ہوتی

کسی نباتاتی یا معدنی چیز کے متعلق یہ معلوم کرنے کیلئے کہ آیا کہ یا انسان کی طبعی غذا ہے یا نہیں اس کا پہلی دفعہ کا استعمال ہے۔ اگر کسی چیز کا پہلی

دفعہ کا استعمال مضر ثابت ہو۔ تو وہ انسان کی طبعی غذا نہیں۔ جیسا کہ تمباکو کے استعمال سے واضح ہے۔ کیونکہ جب جسم کسی بات کا عادی ہو جائے تو پھر وہ اس کے مضر اثرات کو کم محسوس کرتا ہے۔ یا اسکے نتائج فوری نہیں ظاہر ہوتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ پہلی دفعہ روٹی۔ چاول سبزی اور پھل وغیرہ کھانے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ہاں تمباکو کھانے اور پینے سے تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا اوّل الذکر انسان کی طبعی غذائیں ہیں۔ اور ثانی الذکر غذا نہیں بلکہ دوا ہے۔ جس کا استعمال بغیر طبی مشورہ کے ناجائز ہے۔

پہلی دفعہ غذا کے استعمال سے تکلیف نہیں ہوتی

تمباکو مضر صحت ہے

سب ڈاکٹروں اور حکیموں کا اس امر پہ اتفاق ہے۔ کہ تمباکو کا کثرت استعمال بلکہ اوسط استعمال بھی مضر صحت ہے۔ ذیل میں تمباکو کے اثرات مختلف اعضاء پر لکھے جاتے ہیں۔ حقہ۔ سگرٹ پینے والوں کے ہاتھوں پر زردی مائل سی میل چڑھ جاتی ہے۔ جو سخت بدنما ہوتی ہے۔ اور اس کا اتارنا مشکل ہوتا ہے۔

(۱) ہاتھ پر اثر

(۲) ہونٹ دانت گلے اور حلق پر اثر

جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے۔ کہ ہونٹوں کا ایک خاص قسم کا مہلک پھوڑا جسکو لیوکوپلیکیا۔ لیوکیس کہتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ہونٹ کا سرطان (کینسر) تمباکو نوشی کے سبب سے ہوتا ہے۔ خاص کر پائپ کے استعمال سے چنانچہ اگر تمباکو نوشی بند نہ کی جائے تو مرض بڑھتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ گلے کے تمام غدود جاذبہ میں کینسر کا زہر سرایت کر جاتا ہے۔ جس سے موت واقع ہو سکتی ہے۔

تمباکو کے استعمال سے دانتوں کی رنگت خراب ہو جاتی ہے۔ اور مسوڑے نرم ہو جاتے ہیں گلے کی خراش۔ حلق کی سوزش۔ آواز کا بیٹھ جانا ان سب امراض کا یہ سبب ہے۔ دھوئیں کے ذرات سے گلے میں ایک لیس دار رطوبت جمع رہتی ہے۔ اور بار بار کھانسی کی شکایت ہوتی ہے۔

(۳) سینہ اور پھیپھڑوں پر اثر

تمباکو کا دھواں پھیپھڑوں کو سیاہ کر دیتا ہے۔ اور اسکے استعمال سے سینہ کمزور ہو جاتا ہے۔ کھانسی کی شکایت رہتی ہے۔ دمہ کا یہ بہت بڑا سبب ہے۔ تپ دق (سل) کا اس سے خاص تعلق ہے۔ مرض ایم فائی سیما۔ جسمیں پھیپھڑے ہوا سے بھر کر پھول جاتے ہیں۔ مگر ہوا باہر نہیں نکل سکتی۔ عموماً ان لوگوں میں پایا جاتا ہے جن کو دم کشی بطور پیشہ کے کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً گوئیے۔ قوال۔ اور باجہ بجانے والے۔ تمباکو نوش بھی جو سوٹا لگانے کا عادی ہو۔ اس مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۴) دل اور شریانوں پر اثر

تمباکو کا استعمال دل کے لئے سخت مضر ہے۔ کیونکہ اس کے استعمال

سے دل کی دھڑکن شروع ہو جاتی ہے۔ اور دل کمزور ہو جاتا ہے چنانچہ اختلاج قلب کے نتو فیصدی مریضوں میں سے نوّے تمباکو نوشی کے عادی ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر آسلر صاحب نے اپنی طب کی کتاب میں دل کے ایک خاص مرض کو جو عموماً منشی اشیاء کے استعمال سے ہوتی ہے۔ تین قسموں پر منقسم کیا ہے۔ (۱) تمباکو سے متأثر دل کی پہلی قسم۔ تمباکو نوشوں کی دل کی دھڑکن جو عموماً نوجوانوں (طالبعلموں) میں دیکھی جاتی ہے۔ دل کی حرکت کی بے قاعدگی اور نبض کا تیز ہو جانا ہے۔ (۲) دل کے مقام پر درد۔ جو بعض دفعہ سخت تکلیف دیتا ہے۔ (۳) دل کے مقام پر قولنج کی قسم کا درد جو بعض دفعہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اسکو انگریزی میں اینجائنا کہتے ہیں۔ تمباکو سے خون رقیق اور کم ہو جاتا ہے۔ جس سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ تمباکو کے زیادہ استعمال سے غشی پیدا ہو جاتی ہے۔ خون کا دورہ سست ہو جاتا ہے۔ اور شریانوں کے باریک اعصاب سست ہو جاتے ہیں۔ تمباکو کی پرانی عادت سے (جیسا کہ ڈاکٹر لی صاحب نے خرگوشوں پر تجربہ کر کے ثابت کیا ہے) شریانوں میں خون کا دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے جس سے شریانیں ناقص ہو جاتی ہیں۔ ان کی اندرونی جھلی موٹی ہو جاتی ہے۔ اور ان کے اندر چونے کے باریک ذرات چمٹ جاتے ہیں۔ اور دماغی صدمہ سے انکے پھٹ جانیکا اندیشہ ہو جاتا ہے۔

(۵) معدہ اور امعاء پر اثر تمباکو کے استعمال سے بھوک جاتی رہتی ہے۔ معدہ ضعیف ہو کر ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ آنتوں کے عضلاتی ریشوں کو ڈھیلا کر دیتا ہے۔ جس سے قبض کی شکایت رہتی ہے۔ انتڑیوں میں تعفّن ہو جاتا ہے۔ اور ان کا زہر خون میں ملتا رہتا ہے۔ جس سے بینائی کو بھی ضعف پہنچتا ہے۔

(۶) دماغ اور اعصاب پر اثر تمباکو کا استعمال دردِ سر۔ سر چکرانا۔ ضعف حافظہ۔ سکتہ۔ مراق فالج۔ رعشہ۔ دیوانگی۔ کمزوری وغیرہ امراض پیدا کرتا ہے۔ بے خوابی کا خاص سبب ہے۔ فرانس کی ایک طبی مجلس نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ جب سے تمباکو نوشی کی کثرت ہوئی ہے۔ ہمارے ملک میں سرطان لب۔ دیوانگی اور فالج کی امراض بڑھ گئی ہیں۔ انگلستان اور امریکہ کے سب ڈاکٹروں کا خیال ہے۔ کہ تمباکو نوشی کی کثرت سے ان ممالک میں عصبی امراض خصوصاً فالج کی بہت زیادتی ہو گئی ہے۔ جرمنی کے ڈاکٹروں کا بیان ہے۔ کہ اس ملک میں ۱۸ سے ۳۰ برس کی عمر کے جو لوگ مرتے ہیں ان میں سے نصف تمباکو نوشی سے ہلاک ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی تمباکو نوشی سے ہزاروں جانیں تلف ہوتی ہیں۔

مگر یہاں چونکہ اس امر کی کوئی تحقیق نہیں کرتا اسلئے صحیح اعداد و شمار نہیں مل سکتے۔

تمباکو کا حرام مغز پر بھی مضعف اثر ہوتا ہے۔ جس سے ضعف باہ کی شکایت ہو جاتی ہے۔ مگر اکثر لوگ اس کو نہیں سمجھتے اور مقوی باہ دوائی مانگتے ہیں۔ مگر تمباکو نہیں چھوڑتے۔ تمباکو اعصاب کو کمزور کرتا ہے۔ عضلات کو ڈھیلا کر دیتا ہے جس سے انسان سست کاہل الوجود آرام طلب اور سست ہمت ہو جاتا ہے۔

(۷) آنکھ پر اثر | تمباکو کا اثر آنکھ اور بینائی پر خاص طور پر نمایاں ہوتا ہے۔ دھوئیں کی خراش سے آنکھ کی سرخی۔ پانی بہنا اور دھند کی شکایت ہو جاتی ہے۔ ضعف بصارت اور نابینائی کا خاص سبب ہے۔ چنانچہ طالب علموں میں ضعف بصارت کی بہت بڑی وجہ یہی ہے۔ تمباکو نوشی سے جو ضعف بصارت ہوتا ہے۔ اسکو انگریزی میں ٹوبیکو ایمبلی اوپیا کہتے ہیں۔ جس میں نظر کم ہو جاتی ہے۔ دھندسی معلوم ہوتی ہے۔ رنگوں کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے۔ اور اگر تمباکو کا استعمال ترک نہ کیا جائے۔ تو مرض بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ مریض بالکل اندھا ہو جاتا ہے۔

(۸) قوت ارادی پر اثر | جب انسان کسی مضر چیز کی عادت ڈال لے۔ تو وہ آہستہ آہستہ ایسا غلبہ پا لیتی ہے۔ کہ اس کا چھوڑنا اس کے لئے محال ہو جاتا ہے۔ اور یہ اصول منشی اشیاء پر خوب صادق آتا ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء دماغ کے اعلیٰ قویٰ پر پردہ ڈال دیتی ہیں اور اس طرح قوت ارادی کو کمزور کر دیتی ہیں۔ حقہ نوشی کی عادت انسان کو اپنا غلام بنا لیتی ہے۔ اور ایسا قابو پا لیتی ہے۔ کہ اگر اسکو اپنی عادت کو پورا کرنے کا موقع نہ ملے۔ تو وہ بیتاب ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض لوگ اپنی عادت کو پورا کرنے کے لئے پھر ناجائز ذرائع اختیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہمارے پاس ایسی مثالیں موجود ہیں۔ مگر بڑے بڑے قابل اور صاحب ارادہ اشخاص حقہ نوشی کے ایسے غلام بن گئے کہ ساری عمر اسکو چھوڑ نہ سکے۔ انگلستان کے مشہور شعراء ملٹن ٹینی سن اور مشہور حکماء کارلائل اور سپنسر اور امریکہ کے مشہور پادری ہال صاحب تمباکو نوشی کی عادت سے ایسے مغلوب ہوئے۔ کہ مدت العمر تک اسکو ترک نہ کر سکے۔ چنانچہ ٹینی سن کے متعلق یہ قصہ مشہور ہے۔ کہ ایک دن انہوں نے اپنے دل سے پکا عہد کیا کہ آج سے تمباکو نوشی ترک کر دونگا۔ اور اپنا پائپ پھینکدیا۔ مگر دوسرے دن فجر کو بیچارے اپنے اسی پرانے پائپ کی اپنے گھر کے پیچھے باغ میں تلاش کر رہے تھے۔

(۹) نکوٹین کے خواص | تمباکو کا عرق نکالنے سے اس میں نکوٹین جو ہر جو ایک سم قاتل ہے

تھوڑی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اس زہر کا ایک قطرہ ایک معمولی کتے کو ہلاک کر سکتا ہے۔ اور دو قطروں سے بڑے سے بڑا کتا بھی ہلاک ہوجاتا ہے۔ چھوٹے پرندے تو اسکی بُو سے ہی مر جاتے ہیں۔

مسٹر بیبرد ایک افریقی سیاح کا بیان ہے۔ کہ افریقہ کے باشندے سانپ کے ہلاک کرنے میں تمباکو کا استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے حقّے کی نَے کا ذرا سا میل سانپ کے مُنہ میں ڈالدیتے ہیں۔ جس سے سانپ آناً فاناً مر جاتا ہے۔ غالباً یہ عمل ہندوستان کے بعض مقامات میں بھی رائج ہے۔ تمباکو مُرخی عضلات ہے۔ یعنی گوشت کو سست اور ڈھیلا کر دیتا ہے۔ اس لئے پہلے کئے زہر اور مرض تشنج میں اسکو حکماء دیتے رہے ہیں۔ مگر صرف ایک ماشہ تمباکو کا جوشاندہ تشنج کیلئے دینے سے کئی مریض تلف ہوگئے۔ چنانچہ آجکل اسکا استعمال متروک ہوگیا ہے۔

تمباکو نوشی دماغی محنت کرنیوالوں کیلئے سخت مضر ہے

بعض لوگ تمباکو کے نقصانات کو چنداں محسوس نہیں کرتے۔ مگر انہیں یاد رہے کہ رفتہ رفتہ اسکا مضر اثر انہیں ضرور محسوس ہوگا۔ بوڑھوں کی نسبت جوانوں میں اور جوانوں کی نسبت نوجوانوں میں اسکے نقصانات زیادہ محسوس ہوتے ہیں۔ خاص کر دماغی محنت کرنیوالوں اور طالب علموں میں۔ کیونکہ تمباکو نوشی سے خون پتلا اور کم ہوجاتا ہے۔ اور دماغ کی ضروری پرورش نہ ہونے کے سبب سے دماغ کمزور ہوجاتا ہے اسی لئے

حقہ نوشی کی ممانعت میں قوانین

یورپ اور امریکہ کے ممالک میں تمباکو نوشی طالب علموں کیلئے قانوناً منع ہے۔ اور اسکی تقلید میں جاپان نے بھی ایسے امتناعی احکام صادر کر دیئے ہیں۔ گورنمنٹ تعلیم کے اعلیٰ حکام نے بھی پنجاب کے سکولوں میں تمباکو نوشی منع کر دی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس امر کی پوری پوری نگرانی نہیں کی جاتی۔

تمباکو عمر کو کم کرتا ہے

تمباکو نوشی سے عمر کم ہوجاتی ہے چنانچہ یورپ اور امریکہ کے تمباکو کے کارخانوں میں یہ مشاہدہ کیا گیا ہے۔ کہ ان کارخانوں میں کام کرنیوالے لوگ ضعیف۔ کمزور اور زرد رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے بہت کم لمبی عمر پاتے ہیں۔

تمباکو زمین کو کمزور کر دیتا ہے

عام مزارعین کا بیان ہے۔ کہ جس زمین میں تمباکو بویا جائے۔ وہ زمین بہت کمزور ہوجاتی ہے۔ تمباکو مختلف طریق سے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً نسوار لینا۔ زردہ کھانا۔ سگرٹ پینا اور حقہ نوشی۔ ان میں سے کھانیکا طریق سب سے زیادہ مضر ہے ؂

تمباکو نوشی کا اخلاق پر اثر

کسی چیز کا عادی ہوجانا تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے

جب کسی مضر چیز کا انسان عادی ہوجائے۔ تو وہ اس کے

ایسا غلبہ پا لیتی ہے۔ کہ پھر اس کا چھوڑنا محال ہو جاتا ہے۔ تمباکو اور دیگر منشّی اشیاء کا بھی یہی حال ہے ان کی عادت بھی انسان کو ایسا مغلوب کر لیتی ہے۔ کہ ایک وقت اگر عادت پوری نہ ہو سکے تو انسان بے تاب ہو جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ ناجائز ذرائع سے اسکو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حقہ نوشی بھی انسان کی آزادی کو کھو دیتی ہے۔ اور دوسرے کا غلام بنا دیتی ہے۔ اور اس عادت سے طرح طرح کی بداخلاقیاں انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ انسان پست ہمّت ہو جاتا ہے۔ ہر عادت انسان کو غلام بنا دیتی ہے۔ اور اسکے حوصلہ کو پست کر دیتی ہے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں ایک پٹھان اور کشمیری کی مثال سے واضح کیا ہے۔

بداخلاقیوں کا موجب ہے سگریٹ پینے والے اور حقہ نوشی جہاں کہیں لوگوں کو تمباکو پیتے دیکھتے ہیں حقہ کے لالچ سے ان کے پاس جا بیٹھتے ہیں۔ وہ لوگ نیک ہوں یا بد حقہ کی حرص انکو وہاں کھینچ لاتی ہے۔ اور اس طرح ان کے بداثر سے انسان متاثر ہو سکتا ہے۔ بعض دفعہ سلسلہ کے مخالفوں کی مجلس میں حقہ

حقہ کے لالچ سے بری صحبت میں بیٹھنے کا نتیجہ کے لالچ سے جانا پڑتا ہے۔ اور پھر وہ خواہ ہمارے آقا کو گالیاں دیں۔ اور تمسخر کریں سب کچھ سننا پڑتا ہے۔ جس سے انسان میں بے غیرتی اور بے حیائی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور ایمان کے متزلزل ہونیکا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مرزا امام دین صاحب کے حلقہ میں بیٹھنے والوں کے ساتھ ہوا ۔

انسان کو ذلیل کرواتا ہے حقہ پینے والوں کو اپنے آپکو بعض دفعہ سخت ذلیل کرنا پڑتا ہے مثلاً آگ مانگنے کے لئے دربدر پھرنا اور سوال کرنا۔ یا بعض دفعہ کسی گندے اور حقیر انسان کے ساتھ ملکر اس عادت کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ ایک ہندو اور چوہڑے کے قصہ سے واضح ہے۔ ہندو چوہڑوں کے ساتھ لگنا بھی پسند نہیں کرتے۔ مگر اس ہندو کو بے تاب ہو کر چوہڑے کا حقہ پینا پڑا

کاہل اور سست بناتا ہے حقہ نوش عموماً سست ہوتے ہیں۔ خواہ کتنا ہی ضروری کام کرنیکو کہو۔ اٹھتے اٹھتے بھی دو چار گھونٹ حقہ کے لگا کر کام شروع کرینگے۔ اگر کوئی نوکر بھی ضروری پیغام پہنچانے جا رہا ہو۔ اور رستہ میں حقہ والے مل جائیں۔ تو ضرور پانچ دس منٹ حقہ پینے میں خرچ کر کے آگے جائیگا۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ حقہ نہ پینے والے حقہ پینے والوں کی نسبت زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ چنانچہ میرا یہ دستور ہے کہ جب کبھی اپنے ماتحت عملہ میں نئی بھرتی کرنی ہو۔ تو عموماً حقہ نوشوں کو رد کر دیتا ہوں۔

یہ دجالی عادت ہے حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ دجّال کی یہ علامت بھی ہے کہ اسکے آگے بھی

دھوآں ہوگا اور پیچھے بھی۔ سگرٹ پینے والا منہ سے دھوآں نکالتا ہے۔ اور پھر وہ دھوآں پیچھے چلا جاتا ہے حقہ نوش لوگ جدھر جائینگے سگرٹ پیتے جائینگے یہ بھی دجالی عادت ہے۔ مسیح موعودؑ دجالی عادتوں کو مٹانے آئے تھے۔ اس لئے اس عادت کو جلد چھوڑنا چاہیئے۔

قرآن کریم سے ثبوت بعض لوگ حقہ۔ تمباکو کی حرمت میں قرآن کریم سے دلیل مانگتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن کریم نے ہر ایک چیز کا نام لیکر اسکی حرمت بیان نہیں کی۔ بلکہ بعض اصول بیان کر دیئے ہیں۔ جن کے ماتحت پھر انسان اپنی عقل سے استدلال کر سکتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم

اللغو کام ہے میں مومن کی یہ صفت بھی لکھی ہے۔ کہ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ۔ یعنی مومن لوگ لغو کام نہیں کرتے۔ اوّل تو تمباکو نوشی میں جیسا کہ عاجز نے بتایا ہے بہت سے نقصان ہیں لیکن اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ نقصان کوئی نہیں۔ تو فائدہ بھی یقیناً کوئی نہیں۔ (میری مراد عادتاً استعمال سے ہے۔ ورنہ بطور دوائی کے استعمال مفید ہے) جس کام کا کوئی فائدہ نہ ہو اور اسکو کیا جائے۔ تو وہ لغو کام کہلاتا ہے۔ لہٰذا حقہ پینا بھی لغو کام ہے۔ جو مومن کی شان کے شایاں نہیں۔ اس کے علاوہ یہ ایک بدبودار چیز ہے۔ اور معلوم ہے۔ کہ

اس سے فرشتوں کو نفرت ہے فرشتوں کو بدبو سے نفرت ہے۔ اور یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ فرشتے نیک باتوں کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ پس حقہ نوش جس کے منہ اور ہاتھوں سے بو آئے بالعموم فرشتوں کی صحبت اور فیوض سے محروم رہیگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقہ نوشی کے متعلق فتویٰ

تقویٰ کے منافی ہے فرمایا کہ ”یہ شراب کی طرح تو نہیں کہ اس سے انسان کو فسق و فجور کی طرف رغبت ہو۔ مگر تاہم تقویٰ یہی ہے کہ اس سے نفرت اور پرہیز کرے۔ اس سے بدبو آتی ہے۔ اور یہ

منحوس صورت ہے منحوس صورت ہے کہ انسان دھوآں اپنے اندر داخل کرے اور پھر نکالے۔ اگر آنحضرت صلعم کے وقت میں یہ ہوتا۔ تو اجازت نہ دیتے کہ اسے استعمال کیا جائے۔ ایک لغو اور بیہودہ حرکت ہے۔ ہاں مسکرات میں اسے شامل نہیں کر سکتے۔ اگر علاج کے طور پر ضرورت ہو تو منع نہیں ہے۔ ورنہ یونہی مال کو بیجا صرف کرنا ہے۔ عمدہ تندرست آدمی وہ ہے۔ جو کسی شئے کے سہارے زندگی بسر نہیں کرتا۔ انگریز بھی چاہتے ہیں کہ اسے دور کریں۔“

(منقول از مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد دوم)

بعض اعتراضوں کے جواب

(۱) کیا حقہ قبض کو دُور کرتا ہے؟

بعض لوگوں کو جب حقہ نوشی کی عادت چھوڑنے کے لئے کہا جائے تو کہدیتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ بے شک اس کا صحت اور اخلاق پر مضر اثر ہے۔ مگر کیا کریں۔ ہم مجبور ہیں۔ اگر چھوڑ دیں۔ تو تکلیف ہوتی ہے۔ اور ہم کو قبض ہو جاتی ہے۔ بھوک نہیں لگتی۔ نیند نہیں آتی۔ کھانسی رہتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اب مَیں ان میں سے ہر ایک فائدہ کی جو حقہ نوشوں کے نزدیک تمباکو کا ہے، قلعی کھولتا ہوں کئی حقہ نوشوں کا خیال ہے۔ کہ ان کو حقہ پینے سے قبض نہیں ہوتی۔ اور باقاعدہ وقت مقررہ پر رفع حاجت ہو جاتی ہے۔ انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ محض نفس کا دھوکہ ہے تمباکو درحقیقت ایک قابض چیز ہے۔ اور انتڑیوں کو سُست کرتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ پھر حقہ نوشوں کو حقہ پینے کے بعد پاخانہ کی حاجت کیوں ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ مفید اثر تمباکو کا نہیں۔ بلکہ قوّت ارادی کا اسمیں بہت دخل ہے۔ اور یہ ایک خاص نمونے ( )

یہ توجہ کا اثر ہے

کا نتیجہ ہے۔ جب حقہ نوش صبح کے وقت نَے کو مُنہ میں لیکر بیٹھتا ہے۔ تو وہ اپنے تمام خیالات کو ایک جگہ جمع کر لیتا ہے۔ اور اس طرح منتشر خیالات کی رو بند ہو کر اس فعل کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ خیالات کی رو بند ہونے سے سکون کیحالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب سکون کی حالت قائم ہو جائے۔ تو توجہ قائم ہو جاتی ہے۔ پس یہ سب نتیجہ توجہ کے قائم ہونیکا ہے۔ نہ کہ تمباکو کا اثر۔

اسکے علاوہ تمباکو نوشی صرف انہی لوگوں کی قبض کو دُور کرتی ہے۔ جو اسکے عادی ہوں۔ اگر تمباکو درحقیقت قبض کشاء ہوتا تو ہر ایک کو اس سے فائدہ ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ تمباکو اپنی پیدا کی ہوئی قبض کو ہی دُور کرتا ہے۔ نہ کہ دیگر اقسام کو۔ جس طرح مثلاً نوشادر کے متعلق آتا ہے۔ کہ یہ ریح کی درد کے لئے مفید ہے۔ تو اگر یہ بات واقع میں نوشادر کی خاصیت ہوگی تو سَو میں سے ۹۰ لوگوں کو پہلی دو چار خوراکوں سے ہی فائدہ شروع ہو جائیگا مگر قبض کو دُور کرنے میں تمباکو میں یہ خصوصیت ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہُوا کہ یہ صرف توجہ کا نتیجہ ہے۔

(۲) کیا حقہ فعل انہضام میں مدد دیتا ہے؟

کئی ایک تمباکو نوشوں کا خیال ہے کہ کھانا کھانے کے بعد حقے کا استعمال بہت مفید ہے۔ کیونکہ یہ ہاضمہ میں مدد دیتا ہے۔ اسکے متعلق بھی یاد رکھو کہ یہ مغالطہ ہے۔ حقہ فعل انہضام میں مدد نہیں دیتا مگر آرام سے چار پائی پر

بیٹھنا۔ یا لیٹنا اور گفتگو میں مشغول ہونا اور دیگر ایسے امور میں جو ہاضمہ میں مدد دیتے ہیں۔ نہ کہ تمباکو۔ کیونکہ یہ طب کا اصول ہے کہ کھانا کھانے کے بعد اگر ذرا آرام کیا جائے۔ اور آہستہ آہستہ مزیدار گفتگو کی جائے۔ اور خیالات کو منتشر ہونے سے روکا جائے۔ دماغ کو تفکرات سے آزاد کیا جائے۔ غم اور اندوہ کو ایک تھوڑے عرصہ کے لئے بھلا دیا جائے۔ تو ہاضمہ درست رہتا ہے۔ اور یہ بھی مسلّمہ امر ہے کہ خیالات۔ جذبات اور دماغی صدمات کا بھی معدہ پر خاص اثر ہے۔ بعض دفعہ معدہ اگر غذا سے پُر ہو اور کسی رشتہ دار کی وفات کی خبر آجائے۔ تو ہاضمہ بگڑ جاتا ہے۔ غرض کھانا کھانے کے بعد حقہ پینا فعل انہضام کو ممد نہیں ہوتا بلکہ یہ توجہ اور سکون اور دماغ کو فکروں سے آزاد کرنے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ تجربہ بتاتا ہے کہ تمباکو کا زیادہ استعمال ہاضمہ کو بگاڑ دیتا ہے۔

(۳) کیا حُقہ نوشی نیند لانے کے لئے مفید ہے

پھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم کو نیند نہ آئے تو ہم تمباکو کی ایک چلم پی لیتے ہیں۔ جس کے بعد نیند فوراً آجاتی ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں کا خیال درست ہے۔ کیونکہ ان کو نیند ضرور آجاتی ہے۔ مگر انہوں نے استنباط نتائج میں غلطی کی ہے۔ ان کا خیال ہے۔ کہ تمباکو نیند لاتا ہے حالانکہ تجربہ اسکے خلاف ہے۔ کیونکہ تمباکو کا استعمال بے خوابی کا بڑا سبب ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ نیند تمباکو نہیں لاتا۔ بلکہ وہی سکون کی حالت اور توجہ جس کا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ نیند لاتی ہے۔ حُقہ نوشی سے خیالات کی رو بند ہو جاتی ہے۔ اور توجہ ایک طرف لگ جاتی ہے۔ کیونکہ عامل کو کوئی شغل ملجاتا ہے۔ اسلئے پراگندہ خیالات جو نیند کو مانع ہوتے ہیں۔ آنے رُک جاتے ہیں۔ یہ علم النفس کا مسئلہ ہے۔ کہ جب کوئی جسم کام کر رہی ہو۔ تو خیالات منتشر ہو جاتے ہیں۔ اور خیالات کے نکلنے کے دو بڑے رستے ہاتھ اور منہ ہیں جب ان دونو کو حُقہ نوشی میں لگا دیا جاتا ہے۔ تو خیالات کی رو بند ہو کر توجہ قائم ہو جاتی ہے اور نیند آجاتی ہے۔ حُقہ نوشی تو درکنار کوئی کتاب ہاتھ میں لیکر اسکو پڑھتے پڑھتے آنکھیں بند کر لی جائیں۔ تو بھی نیند آجاتی ہے۔ اسی طرح رات کو سوتے وقت مسنون طریق کے مطابق اگر آیۃ الکرسی اور تینوں قل پڑھ کر پھونک مار کر ہاتھ کو منہ اور سارے جسم پر مل لیا جائے تو بھی نیند آجاتی ہے۔ یہ نسخہ آزمانے کے قابل ہے۔

(۴) کیا حُقہ کھانسی کو روکتا ہے؟

بعض لوگ اس خیال سے حُقہ پیتے ہیں۔ کہ اس سے بلغم بخوبی خارج ہوتی رہتی ہے۔ اور اگر چھوڑ دیں تو کھانسی تنگ کرتی ہے۔ اور بلغم رکی رہتی ہے۔ معلوم ہے۔ کہ حُقہ یا تمباکو کھانسی کو نہیں روکتا۔ بلکہ اس کے برخلاف حُقہ کھانسی لگاتا ہے

اور پیاسی کھانسی کو مفید ہے جو تمباکو کی وجہ سے لگی ہو۔ یہ مغالطہ ہے کہ تمباکو بلغم نکالتا ہے۔ بلکہ یوں کہو کہ بلغم پیدا کرتا ہے۔ اور پھر نکالتا ہے۔ دھوئیں کے باریک ذرات جب گلا۔ حلق اور پھیپھڑوں میں جاکر خراش پیدا کرتے ہیں۔ جو بلغم بنتی ہے۔ اور پھر جسم کو اسے باہر نکالنا پڑتا ہے حقہ چھوڑنے سے جو انکو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ انکی عادت کا نتیجہ ہے۔ جو ہر پرانی عادت چھوڑتے وقت ہوتی ہے۔ جسم میں یہ خوبی ہے کہ اپنے آپکو انسان کے حالات کے ماتحت بنا لیتا ہے۔ جب حالات اور عادات بدل جائینگی۔ تو یہ شکایت بھی رفع ہو جائیگی۔ حقہ چھوڑنے سے اگر بلغم رک جائے۔ تو اسکے اخراج کے لئے ہم سینکڑوں دیگر ادویہ تجویز کر سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ قبض کا دور کرنا۔ ہاضمہ میں مدد دینا۔ نیند لانا۔ بلغم نکالنا وغیرہ وغیرہ تمباکو نوشی کا نتیجہ نہیں بلکہ اسکے اور اسباب ہیں۔ جن کے استعمال سے یہی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

(۵) کیا حقہ تکان کو دُور کرتا ہے؟

پھر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حقہ تکان کو دور کرتا ہے۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ تمباکو۔ دھتورا۔ بیلاڈونا۔ اور اجوائن خراسانی کی طرح عضلات کو ڈھیلا کرتا ہے۔ جس سے کچھ راحت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تشنج کی وجہ سے گوشت میں جو تناؤ سا معلوم ہوتا ہے۔ وہ تھوڑے سے عرصہ کے لئے دور ہو جاتا ہے۔ مگر یہ عارضی فائدہ ہے۔ تکان کا اصل علاج یہی ہے۔ کہ آرام کیا جائے۔ یا گرم غسل کیا جائے۔ تاکہ عضلات سے گندے مادے خارج ہو جائیں۔ حقہ پی کر تکان دور کرنے کی تو وہی مثال ہے۔ کہ کسی کو سخت درد ہو۔ اور اس کو افیم کھلا کر سلا دیا جائے۔ یا کلوروفارم سنگھا دیا جائے۔

تمباکو نوشی کی عادت چھڑانے کے طریق

اس بات کے ثابت کر چکنے کے بعد کہ تمباکو نوشی کا انسان کی صحت اور اخلاق پر مضر اثر پڑتا ہے۔ اور بعض اعتراضوں کا جواب بھی دینے کے بعد اب میں اپنے بھائیوں کو حقہ چھوڑنے کی ترکیبیں بتاتا ہوں۔ تاکہ بعض کمزور ارادہ والے دوستوں کو مفید ہو سکیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک عادت مستمرہ کو یک لخت چھوڑ دینا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مگر انسان قوت

استقلال سے کام لو

ارادی۔ استقلال اور ہمت کے ساتھ سب کچھ کر سکتا ہے۔ صرف ارادہ کی مضبوطی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۱) اسکے لئے اول طریق تو یہ ہے۔ اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ جن کو یک لخت چھوڑنے

آہستہ آہستہ کم کرنا میں تکلیف ہوتی ہے۔ کہ وہ آہستہ آہستہ اس عادت کو کم کر دیں۔ اور تمباکو کا استعمال رفتہ رفتہ چھوڑ دیں۔ مثلاً صرف صبح کے وقت رفع حاجت کے لئے پی لیں۔ اور پھر کھانا کھانے کے بعد اسکے بعد حقہ کی بجائے۔ اپنی قوّت ارادی سے کام لیں۔

(۲) توجہ کو کسی اور طرف لگانا۔ بعض لوگ صرف کسی شغل کے نہ ہونے کی وجہ سے حقہ پیتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر کوئی کام دیدیا جائے۔ مثلاً اخبار بینی یا دیگر ذرائع سے ان کو **توجہ کو اور طرف لگانا** کام میں مشغول رکھا جائے۔ تو وہ حقہ کم کر سکتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ ایسے لوگوں کو چنے اور ریوڑیاں ملا کر دیدی جائیں تاکہ ان کا منہ سارا دن کچھ نہ کچھ کرتا رہے۔ تو اس طرح وہ اس عادت کو کم کر دینگے۔

(۳) ایک اور طریق جو نہایت ہی مفید ہے اور جو فطرت انسانی کا مطالعہ کر کے قرآن کریم نے بتلایا ہی یہ ہے **محرکات سے بچنا** کہ تمباکو نوشوں کو اس عادت کے محرکات سے بچایا جائے۔ یعنی ایسے امور جو اسکو حقہ نوشی یاد کرائیں ان سے پرہیز کیا جائے۔ مثلاً اُن بازاروں سے جہاں حقہ کی ٹوپیاں۔ نلکیں تمباکو۔ سگرٹ وغیرہ فروخت ہوتے ہوں اس کا گذر بند کیا جائے۔ حقہ پینے والوں کی صحبت سے اسکو الگ کر لیا جائے۔ تمباکو کی تعریف میں کوئی کلمہ اس کے سامنے نہ کہا جائے۔ حقہ پینے کے اسکے جو مقررہ اوقات ہیں۔ ان میں اسکی توجہ کو خاص طور پر ہٹایا جائے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ سب امور اسکے لئے محرک ہیں۔ اور اسکی پرانی عادت کو یاد دلاتے ہیں۔ آگ کے جلتے رہنے کا انتظام نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ امر حقہ نوشی میں آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ جب ہر چلم کے لئے بوری۔ گتّا یا بھوسے کی آگ بنانی پڑی۔ اور آگ کو پھونکیں لگانی پڑیں۔ اور اس طرح آنکھوں کو بھی دھوئیں سے **اسکے رستہ میں روکیں پیدا کرنا** تکلیف ہو۔ تو آہستہ آہستہ دل میں اس کام سے نفرت پیدا ہو جائیگی۔ غرضیکہ حقہ کے محرکات سے پرہیز کیا جائے اور اس کے رستہ میں ہر قسم کی روکیں۔ اور تکالیف ڈالی جائیں۔ تاکہ نفرت پیدا ہو جائے۔

(۴) رمضان شریف کا مہینہ بھی ایسے لوگوں کے لئے ایک بے نظیر موقعہ ہے۔ اگر ان دنوں **رمضان شریف سنہری موقع ہے** میں تھوڑی سی تکلیف اُٹھالی جائے۔ تو ہمیشہ کے لئے آرام ہو سکتا ہے بشرطیکہ قوّت ارادی کو عمل میں لایا جائے۔

(۵) قوت ارادی اس عادت کے چھڑانے میں ایک عجیب ہتھیار ہے۔ بشرطیکہ اس کا **قوت ارادی کو مضبوط کرو** استعمال کرنا آتا ہو۔ پہلے پکا عزم کر لو کہ اب حقہ نہیں پیونگا پھر اگر

خواہش پیدا ہو۔ تو اسکو روکو۔ خیالات کو اور طرف لگا دو۔ توجہ کو اس سے پھیر لو۔ اور کوئی کام شروع کر دو۔ مثلاً اخبار پڑھنا شروع کر دو۔ یا کوئی چیز کھانا شروع کر دو۔ غرضیکہ اسی طرح آہستہ آہستہ قوت ارادی بڑھ سکتی ہے۔ اور انسان آخر کار کامیاب ہو جاتا ہے۔ وباللہِ التوفیق۔

(۲) **مسمریزم کے ذریعہ علاج** } یہ طریق ان لوگوں کیلئے ہے۔ جو حقہ کے نقصانات کو محسوس کرتے ہیں۔ اور اسکے چھوڑنے کی دل میں تڑپ بھی رکھتے ہیں مگر وہ قوت ارادی کی وجہ سے مجبور ہیں۔ ایسے لوگوں کو مسمریزم کے عمل سے بیہوش کرا لیا جاتا ہے۔ اور سب کانشس حصہ دماغ

سب کانشس حصہ پر تحریض

پر خاص طرح سے تحریض کی جاتی ہے۔ جس سے پھر آہستہ آہستہ اس عادت سے نفرت ہو جاتی ہے۔ مثلاً اسکو کہا جاتا ہے۔ کہ جب تم کو ہوش آئیگی تو تم کو حقہ کڑوا معلوم ہوگا۔ یا حقہ پینے کی کوشش کرو گے تو تمھارے ہونٹ جل جائینگے۔ اسکے بعد پھر اخلاقی پہلو سے اسکو سمجھایا جاتا ہے۔ یا اس کے سامنے اس عادت سے سخت مغلوب لوگوں کی حالت کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً تمباکو کے دل۔ دماغ اور بینائی پر مضر اثرات بتائے جاتے ہیں۔

مگر پروفیسر فورل جرمن کے مشہور علم النفس کے ماہران سب طریقوں کے خلاف ہیں۔ اور انکو صرف وہ طریق پسند ہے۔ جو قرآن کریم نے ایسی عادتوں کے چھڑانے کیلئے بتلایا ہے۔ اور جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں یعنی مریض کو اس بات کی تحریض کی جائے۔ کہ اپنے سوشل حالات اور

کونوا مع الصادقین

صحبت کو بدل دے۔ اور ان کی اصلاح کر لے۔ مثلاً وہ یہ نہیں کہتا کہ حقہ نہ پی بلکہ یہ کہتا ہے کہ حقہ پینے والوں کی مجلس چھوڑ دے۔ اور صالحین کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ جب اس میں کامیابی ہو جائے۔ تو پھر حقہ کے متعلق صاف الفاظ میں کہ دو کہ چھوڑ دے۔ اس طرح زیادہ کامیابی ہو سکتی ہے۔

اس تحریض کے علاوہ ضروری ہے کہ اسکی توجہ کو اور طرف مبذول کیا جائے۔ یعنی اسکو کوئی شغل دے دیا جائے۔ تاکہ خیال حقہ کی طرف نہ آئے۔

اگر ان طریقوں پر عمل کیا جائے۔ تو حقہ نوشی کی عادت چھوڑنے سے تکلیف کا اندیشہ نہیں۔

نوجوانوں سے اپیل

میں بتا چکا ہوں کہ تمباکو نوشی کے صحت اور اخلاق پر سخت مضر اثرات ہیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے نوجوان ان اثرات کا مطالعہ کر کے اس بدعادت کو اختیار نہ کریں گے اور

جو اسکے عادی ہو چکے ہیں۔ وہ بھی اسے چھوڑ دینگے۔

سگرٹ نوشی فیشن

سخت افسوس کا مقام ہے کہ ہندوستان میں تمباکو کا استعمال روز افزوں ہے۔ اور سگرٹ نوشی تو گویا آجکل کا فیشن ہے۔ اور اکثر نوجوان اس فیشن کے دلدادہ ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ اس کے بد نتائج کو نہیں جانتے۔ شائد انکو علم نہیں کہ طب کی کتب میں۔ زہریلی ادویات مثلاً دھتورہ۔ کچلا۔ افیون۔ بھنگ۔ وغیرہ کی فہرست میں تمباکو بھی شامل ہے۔

تمباکو خواہ کسی طریق سے استعمال کیا جائے۔ اسکے نقصان اسکے جزوی فوائد سے بہت زیادہ ہیں۔ اور میں تو یہی نصیحت کرونگا کہ تمباکو کا استعمال ہرگز نہ کریں۔ "مبارک ہیں وہ لوگ جو تمباکو نہیں پیتے۔"

سکول کے نوجوانوں کو اس سے سخت پرہیز لازمی ہے۔ کیونکہ تمباکو نوشی عمر کو کم کردیتی ہے دل کو کمزور کرتی ہے۔ اور ضعف بصارت کا خاص سبب ہے۔ ان نقصانات کو مدنظر رکھتے ہوئے

قومی کیرکٹر بناؤ اور دجالی نشان کو مٹاؤ

میں اپنے نوجوان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ جلد سے جلد اس مضر عادت کو چھوڑ دیں۔ تاکہ اس کے نقصانات سے محفوظ ہو جائیں اور آئندہ نسلیں مضبوط ہوں۔ ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنا ایک قومی کیرکٹر بنائیں۔ دجالی نشان کو مٹائیں۔ اور اس طرح حضرت اقدس کی دلی خواہش اور قلبی تڑپ کو پورا کریں آمین۔

دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی بداخلاقیوں کے موجب امور اور بری عادتوں سے محفوظ رکھے اور ان عادتوں کو جلد سے جلد چھوڑنے کی توفیق دے۔ آمین۔ والسّلام

"ہندوستان کی عیسائی آبادی ۱۸۸۱ء کے مقابلہ میں اب اڑھائی گنی ہے۔ جنوبی ہندوستان میں عیسائیت کا مسلسل دَور بندھ رہا ہے۔ آسام۔ بہار۔ اڑیسہ میں دھڑا دھڑ عیسائی ہو رہے ہیں۔ کھوسی اور جینتا کی پہاڑیوں میں وہاں کی آبادی کا چھٹا حصہ اور لوشائی کی پہاڑیوں میں وہاں کی آبادی کے چوتھائی حصہ سے بھی زیادہ عیسائی ہیں۔ اوّل الذکر میں بائیس فی صدی کی بیشی گذشتہ دس سالوں میں ہوئی ہے۔ لوشائی کی پہاڑیوں میں عیسائیت بہت قوی اثر کر رہی ہے سات ہزار مربع میل کے ضلع میں جس کی آبادی ایک لاکھ نفوس سے بھی کم ہے ۲۷ ہزار سے زیادہ عیسائی ہیں جہاں آج سے دس سال قبل فقط دو ہزار عیسائی تھے۔ ایسی ہی تحریک بہار اڑیسہ کی اڈیہ منڈہ خیریا لوگوں میں پھیل رہی ہے۔"

(از تحفہ ہند بجنور ۱۴ر مئی ۱۹۲۵ء)

سیّد علی محمد باب کے اخلاق کا نمونہ

بابیوں کی ایک کتاب نقطۃ الکاف فارسی زبان میں ہے جس کا مصنّف ایک مشہور بابی حاجی مرزا جانی کاشانی ہے یہ کتاب علی محمد باب کے قتل کے بعد لکھی گئی ہے چونکہ یہ کتاب بہائیوں کے مدعا کے خلاف تھی اسلئے انہوں نے اسکو تلف کر دیا اور جلا ڈالا۔ اسلئے نایاب ہے۔ اس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ باب کا اصل جانشین مرزا یحییٰ صبح ازل ہے۔ مرزا حسین علی طہرانی اپنی چالاکی سے خود خلیفہ بن بیٹھا اور صبح ازل کو دھوکے میں رکھا۔ اسلئے بہائیوں نے اسکو نیست و نابود کر دیا تھا مگر مسٹر براؤن نے جنکے پاس ایک نسخہ اس کتاب کا رہ گیا تھا دوبارہ اسکو چھپوا دیا ہے۔ براؤن صاحب کے اس فعل سے بہائی بہت ناراض ہیں۔ اور چونکہ یہ کتاب مرزا حسین علی طہرانی اور صبح ازل کے جھگڑے سے پہلے کی ہے اسوجہ سے بہت معتبر ہے اس کا مصنف بھی باب کے اخص حواریوں میں سے ہے اور انسے چشم دید حالات اور واقعات لکھے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۴۶ پر لکھا ہے کہ باب کے قتل ہونے سے ایک دن پہلے اپنے مریدوں کو کہا "مرا فردا آنہا بخواری خوار کشتہ خواہند نمود" الخ کہ کل دشمن مجھے بہت ذلت و خواری سے قتل کرینگے۔ کاش مجھے کوئی میرا مرید قتل کرتا تو اچھا ہوتا تاکہ دشمنوں کے ہاتھ سے نہ مارا جاتا اور اس ذلّت اور رسوائی سے بچ جاتا تم میں سے کوئی اُٹھے اور مجھے قتل کر دے"۔ کتاب کا مصنّف لکھتا ہے کہ اسپر ایک مرید تلوار لیکر اُٹھا اور قتل کرنا چاہا مگر دوسرے مریدوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تو ایسی گستاخی کرتا ہے اسپر اُس نے کہا کہ میں تو حکم کا بندہ ہوں حضور کے امر کی اطاعت ضروری سمجھتا ہوں"۔ اس سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ باب دوسرے کے ہاتھ سے اپنے قتل کئے جانیکو ذلّت کی موت سمجھتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اُسکو خدا پر یقین نہ تھا۔ تیسرے یہ کہ خدا کی ذات پر اسکو کامل امید نہ تھی کہ خدا اسکو ذلّت کی موت سے بچالیگا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ خدا سے اسکا کوئی تعلق نہ تھا۔ پس اس کا اس طرح پر ذلت کے ساتھ قتل کیا جانا اور خود اس کا اسکو ذلّت کی موت سمجھنا۔ اسکے مقرب الی اللہ نہ ہونیکی صاف اور بیّن دلیل ہے۔ مقربین اور اولیاء اللہ بھی قتل کیئے جاتے ہیں مگر وہ اپنے قتل کیئے جانے کو ذلّت نہیں سمجھتے بلکہ وہ لوگ اسپر فخر کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان دے رہے ہیں لیکن اسکے برخلاف باب اپنے قتل کیئے جانیکو ذلّت اور رسوائی سمجھتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ بھی اسکی کوئی مدد نہیں کرتا اور اسکو ذلّت کی موت سے مرنے دیتا ہے۔ لہٰذا اس کا یہ کہنا کہ "کاش مجھے کوئی میرا مرید قتل کر دے تاکہ میں ذلّت سے بچ جاؤں"۔ یہ اس کے خدا سے ناامید ہونے کا ثبوت ہے۔ پس باب کا قتل کیا جانا ابوجہل کے قتل کے مشابہ ہے یعنی باب کا واقعہ قتل اور ابوجہل کا مارا جانا ایک جیسا ہے کیونکہ ابوجہل بھی

مدینے کے دو لڑکوں کے ہاتھ سے قتل کیئے جانیکو اپنی ذلت اور ہتک سمجھتا تھا جنکے ہاتھ سے آخر کار وہ مارا گیا۔ ابوجہل نے بھی مرتے وقت تمنا کی تھی کہ کاش وہ اپنی قوم کے کسی بڑے آدمی کے ہاتھ سے مارا جاتا۔ اسی طرح باب نے کہا اور خواہش کی کہ وہ اپنے کسی مرید کے ہاتھ سے مارا جائے۔ کذلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم۔ اسی نقطۃ الکاف کے صفحہ ۱۳۱ پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ جن دنوں باب ماکو کے قلعہ میں قید تھا تو ایکدن ایک بڑے جید عالم اپنے بہت سے شاگردوں سمیت باب کے پاس آئے اور کچھ سوال کیئے۔ باب کو انکا جواب نہ آیا تو غصہ میں آ کر اُس عالم کو گالیاں دیں اور اپنا سونٹا اُٹھا کر اسکو زور سے مارا۔ چنانچہ مصنف لکھتا ہے کہ "دریائے قہر الٰہی قدرے در تلاطم آمدہ عصائے خود را بر ہیکل آں ملعون چناں زد کہ عصائے مبارک شکستہ" یعنی خدا کے قہر و غضب کا دریا قدرے جوش میں آیا اور حضور نے اپنا مبارک سونٹا اُس ملعون بیوقوف کے سر پر اس زور سے مارا کہ سونٹا بھی ٹوٹ گیا۔ اسکے بعد اپنے ایک مرید مُلّا حسن کو حکم دیا کہ اس کتے کو یہاں سے نکالدو۔" یہ ہے بابیوں اور بہائیوں کے پیشوا کا خُلق جس پر اُنہیں ناز ہے۔ کیا اسی خُلق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برتری کا دعویٰ ہے؟ جن کی شان مبارک میں خداوند جل وعلا قرآن حمید فرماتا ہے اِنک لعلیٰ خُلُقٍ عظیم۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۲ پر لکھا ہے کہ باب نے ایکدفعہ بادشاہ وقت کو ایک خط لکھا جسمیں نہایت سخت الفاظ سے غیظ و غضب سے آلودہ ہو کر گستاخانہ لہجہ میں اسکو مخاطب کیا اور بہت بُرا بھلا کہا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت ناپسند کیا ہے چنانچہ جب حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ تم اور تمھارا بھائی ہارونؑ دونو فرعون کے پاس جاؤ اور اُسے سمجھاؤ کیونکہ وہ حد سے بڑھ گیا ہے تو ساتھ ہی ارشاد فرمایا فقولا لہٗ قولاً لیناً لعلہٗ یتذکر اَو یخشیٰ (طٰہٰ رکوع ۲) کہ تم نرمی اور لطف کے ساتھ گفتگو کرنا۔ مگر "حضرت باب" نبیوں کی سُنّت کے خلاف بادشاہ وقت کو سخت اور پُر غضب الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ پس باب کا بادشاہ کو گستاخانہ الفاظ سے مخاطب کرنا بد خُلقی اور بے ادبی پر دلالت کرتا ہے جو بزرگوں کے طریق کے خلاف ہے لہٰذا باب کا بزرگ ہونا معلوم شد۔

اسی طرح جب حکومت کی طرف سے حکم ہوا کہ تم ماکو کے قلعہ سے چہریق کے قلعہ میں جاؤ تو علی خاں جو شہر ماکو کا اُسوقت حکم تھا اُس نے آ کر باب سے کہا کہ یہ حکم میری طرف سے نہیں۔ میں نے آپکو قلعہ چہریق میں جانیکے لئے حکم نہیں دیا۔ بلکہ میری تو خواہش ہے کہ آپ یہیں رہیں میرا دل نہیں چاہتا کہ آپ یہاں سے۔ تو باب نے جواب دیا کہ "اے ملعون چرا دروغ مے گوئی خودت مے نویسی و خودت عذر میخواہی۔"

کہ اے ملعون تو کیوں جھوٹ بولتا ہے خود ہی حکم لکھتا ہے اور خود ہی عذر چاہتا ہے۔ دیکھو نقطۃ الکاف صفحہ ۱۳۰ باب کا ایک حاکم کو اس طرح سختی سے جواب دینا اسکے بُرے خُلق کو ظاہر کرتا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھا ہے کہ جب اسکو تبریز سے ماکو لیجانے لگے تو اسکو یہ بات ناگوار گذری اور بہت متفکر ہُوا۔ کیونکہ اسکی خوشی تھی کہ ابھی تبریز ہی میں رہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کیلئے اس نے اپنا ایک آدمی ولیعہد شہزادہ کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ میں تبریز سے ہرگز نہیں جاؤنگا خواہ قتل ہی کیوں نہ کیا جاؤں۔ لیکن جب حکومت کے سپاہی آئے اور باب کو چلنے کیلئے کہا تو اس نے انکار کیا اور زمین پر بیٹھ گیا پھر جب ایک سپاہی نے آگے بڑھکر اس کا ہاتھ پکڑا اور مارنا چاہا تو باب فوراً چل پڑا اور سپاہیوں کے ساتھ ہولیا۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ باب بُزدل تھا۔ مار کے خوف سے اس کا فوراً اُٹھ کر چل پڑنا اس کی بُزدلی کی علامت ہے۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ باب نے قتل سے پہلے اپنے مریدوں کو نصیحت کی کہ کل اگر تم سے میرے متعلق کچھ پوچھا جائے تو تم میرے متعلق کچھ نہ کہنا نہ یہ ظاہر کرنا کہ ہم باب کے مرید ہیں بلکہ مجھ پر لعنت بھیجنا اور انکے سامنے سخت گالیاں دینا تاکہ تم مصیبت سے بچ جاؤ۔ دیکھو کتاب کا صفحہ ۲۴۷ باب کا اپنے مریدوں کو یہ تعلیم دینا کہ تکلیف کے ڈر سے جھوٹ بولدینا اور مجھ پر لعنت بھیجنا اور گالیاں دینا۔ یہ مقربین الی اللہ کا طریق نہیں۔

اسی کتاب نقطۃ الکاف کے صفحہ ۱۲۸ پر لکھا ہے کہ ایکدفعہ باب کے پاس آکر چند لوگوں نے کچھ نقدی یعنی پول مانگے۔ باب نے کہا اسوقت میری پاس پول نہیں ہیں انہوں نے اصرار کیا۔ آخر باب نے تنگ آکر ایک کیسہ (تھیلی) جیب سے نکالکر آگے پھینکدیا اور کہا یہ لو۔ اسمیں اتنی ساری ہی نقدی تھی جتنا انہوں نے مانگا تھا اُس سے زیادہ پول اسکے اندر موجود تھے۔ اس سے سید علی محمد باب کا صریح جھوٹ بولنا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلے انکار کر چکا تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں مگر بعد میں نقدی کا نکل آنا صاف جھوٹ پر دلالت کرتا ہے۔ بابیوں نے اسکو معجزہ بنایا ہوا ہے۔ سبحان اللہ ہرچہ شک آرد کافر گردد۔

صفحہ ۱۵۷ پر کتاب کا مصنّف حاجی مرزا جانی کاشانی باب کے ایک مخالف کی نسبت لکھتا ہے کہ "آں حرامزادہ آمد"۔ اسی طرح صفحہ ۱۳۸ پر ایک سید کے متعلق "سید حرامزادہ" لکھا ہے اس کتاب کا مصنف۔ باب کے مخالفوں کو جابجا حرامزادہ کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ سنہ ۱۲۶۸ کے عام میں بابیوں کے لئے جائز ہے کہ وہ دُکانوں سے

بلا پوچھے چیزیں اُٹھا لیں۔

ایکدفعہ ایک درویش کو بابیوں نے مع اُسکے شیر خوار بچہ کے جان سے مار ڈالا جب سبب پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو کہا کہ اس نے شرارت سے ہم کو راستہ غلط بتایا تھا جس سے ہم کو تکلیف ہوئی۔ دیکھو نقطۃ الکاف صفحہ ۱۵۷

• اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۹ پر لکھا ہے کہ جب باب کو پکڑ کر قتل کرنے لگے تو اس نے نہایت منّت وسماجت کی اور کہا کہ تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو" میں آخر آل رسول ہوں میری قتل سے تمھیں کیا فائدہ" یہ بھی اسکے موت سے ڈرنے کا ثبوت ہے۔ خدا کی راہ میں مقربین الی اللہ خوشی سے جان دیتے ہیں۔ لوگوں کی خوشامد نہیں کرتے کہ ہم کو نہ مارو انکی فریاد اللہ سے ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بھی اُن کی مدد کرتا ہے اور مخالفوں کے شر سے بچاتا ہے۔

پس ان واقعات کی موجودگی میں جن کو باب کے ایک اخص حواری نے قلمبند کیا ہے۔ باب کسی طرح بزرگ اور نیک ثابت نہیں ہوتا ؞

مسیح ناصریؑ کی قبر کشمیر میں

منجملہ ان شہادات کی جو حضرت مسیح ناصریؑ کا کشمیر میں آنا ثابت کرتی ہیں۔ انجیل تبتی ہے اس انجیل کی مختصر ہسٹری یہ ہے کہ ایک سیاح جو روس کا رہنے والا تھا۔ اور اس کا نام "نکولس نوٹو وچ" تھا ۱۸۸۷ء میں اس نے ہندوستان۔ کشمیر۔ تبت کی سیاحت کی۔ جب یہ تبت میں پہنچا تو اسکو معلوم ہوا کہ بدھ ازم کی بعض درس گاہوں اور کتب خانوں میں حضرت عیسیٰؑ کی سوانح عمری یا انجیل پالی زبان میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ اس نے کوشش کی کہ اس انجیل کو دیکھے۔ آخر تلاش کرتے کرتے ایک قصبہ میں آیا جس کا نام حمص[1] تھا۔ وہاں ایک بدھ ازم کا کتب خانہ دیکھا تو وہی انجیل مل گئی جس کی تلاش تھی۔ انجیل اصلی پالی زبان میں تھی۔ اس کا ترجمہ پالی زبان سے سیاح مذکور نے

---

[1] شام میں بھی ایک قصبہ کا نام حمص ہے۔ گویا جب بنی اسرائیل اس ملک میں آئے ہیں تو انہوں نے یہاں بستیوں کے نام وہی رکھے جو شام میں چھوڑ کر آئے تھے۔ تبت۔ کشمیر۔ کابل وغیرہ علاقوں میں کتنے ہی گاؤں اور قصبوں کے وہی نام ہیں جو ملک شام میں رہیں۔ منہ

اپنی زبان میں کیا پھر فرنچ میں ہوا پھر انگریزی میں۔ پھر انگریزی سے جناب ڈاکٹر صادق علی صاحب کپورتھلوی نے اُردو زبان میں کیا ہے اور "چودھویں صدی پریس راولپنڈی" میں چھپ کر شائع ہوئی ہے۔

"نکولس نوٹوویچ" سیاح مذکور کی رائے ہے کہ یہ انجیل اناجیل اربعہ وغیرہ سے زیادہ معتبر ہے کیونکہ یہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے اس حصہ میں لکھی گئی جب کہ وہ تبّت کی سیر کر رہے تھے۔ اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ اور دوسری اناجیل مُدّت بعد لکھی گئی ہیں۔

اور کہ یہ انجیل پہلے پالی زبان میں لکھی گئی اور آجتک اسی زبان میں محفوظ ہے۔ اور اسکے خلاف دوسری اناجیل ترجمہ در ترجمہ آئے دن ہوتی رہتی ہیں اور پھر کانٹ چھانٹ بھی ہوتی رہتی ہے۔

اور یہ کہ اس انجیل میں نبیوں کے کلام سا کلام اور توحید سے مملو ہے۔ اور دوسری اناجیل اس طرح کی معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے کسی ناولسٹ کی لکھی ہوئی ہیں اور تضاد و شرک سے بھری ہوئی ہیں ہاں جیسا کہ تاریخی باتوں میں بعض غلطیاں ہوتی ہیں اسی طرح اس انجیل میں بھی بعض غلطیاں تو ضرور ہیں۔ لیکن یہ غلطیاں ایک محقق آدمی کو غلطی میں نہیں ڈال سکتیں۔ کیونکہ اس تبتی انجیل سے اتنا تو ضرور معلوم ہو گیا۔ کہ ان ممالک میں حضرت مسیح ناصریؑ ضرور آئے ہیں اور بنی اسرائیل کی تلاش اور انکی اصلاح کرتے رہے ہیں۔

اب مَیں مندرجہ ذیل اس انجیل سے عبارتیں نقل کرتا ہوں جن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی نبی کا کلام ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں آئے ہیں:۔

باب ۴ آیت ۱۲-۱۳ "تب عیسیٰؑ مخفی طور پر اپنے والدین کے گھر سے نکل کر یروشلم سے چل دیئے۔ اور سوداگروں کے ساتھ سندھ کی طرف کو روانہ ہوئے"۔ "تاکہ وہاں جاکر خدا کی کلام کے علم میں ترقی حاصل کرے اور حضرت بُدھا کی شریعت سیکھے"۔

باب ۵ آیت ۱ "عیسیٰؑ چودھویں[۱] سال میں تھے کہ سندھ کے اس طرف پہنچے اور پیارے خدا کے ملک میں آریہ لوگوں میں قیام اختیار کیا"۔

آیت ۲ "جب شمالی سندھ[۲] میں اس تعجب خیز لڑکے کی شہرت ہوگئی اور جب وہ پنجاب اور راجپوتانہ

---

۱ یہ تاریخی غلطی ہے اسی قسم کی بعض اور غلطیاں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جب ہندوستان کی طرف آئے ہیں تو اسوقت آپکی عمر ۳۵ اور ۴۰ کے درمیان تھی۔ منہ

۲ سندھ سے مراد ہندوستان ہے۔ منہ

سے گذرا۔ تو جین کے پوجاریوں نے اس سے التجا کی۔ کہ ہم لوگوں میں بود و باش اختیار کیجئے"۔
آگے سارے ہندوستان میں عیسیٰؑ کا چکّر لگانا اور لوگوں کے ساتھ حق پر بحث مباحثہ کرنا لکھا ہُوا ہے۔ اور پھر فرمایا:۔
آیت ۱۱ "اس نے ایسے لوگوں کے افعال کی بڑی مذمّت کی جو اپنے آپکو ایسا قادر جانتے ہیں۔ کہ اپنے بھائیوں کو انسانیت کے حقوق سے محروم کر دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ خدا ہے جو سب کا باپ ہے اپنے بچّوں میں تفاوت نہیں کرتا۔ اسکے لئے سب یکساں پیارے ہیں"۔
آیت ۱۳ "اپنے خدا سے ڈر۔ اسی کے سامنے زانو جھکا اور اپنی کمائی میں سے نذریں پھر اسی کو دے"۔
آیت ۱۵ "حاکم قدیم۔ روح قدیم جہان کے ایک ناقابل تقسیم روح پر شامل ہے۔ وہی اکیلا پیدا کرتا ہے۔ اسی میں سب کچھ ہے۔ اور وہی سب کو زندہ کرتا ہے"۔
آیت ۱۶ "اُسی اکیلے نے ارادہ کیا اور پیدا کیا۔ وہی قدیم سے موجود رہا ہے۔ اور اسکی ہستی کا کوئی انجام نہیں ہے۔ نہ کوئی اسکے برابر آسمان پر ہے۔ اور نہ زمین پر ہے"۔
آیت ۱۷ "خالق اکبر نے کسی زندہ ہستی کو اپنا شریک نہیں بنایا بے جان کا تو کیا ذکر ہے۔ جیسے وہ کہتے ہیں۔ کیونکہ قدرت مطلق اسی کو حاصل ہے"۔
آیت ۱۸ "اس نے ارادہ کیا اور جہان پیدا ہو گیا۔ خدائی خیال میں اس نے پانیوں کو جمع کر لیا اور کُرّہ زمین کا خشک حصّہ ان سے علیحدہ کر دیا۔ انسان کی غیر مفہوم ہستی کا اصل اصول وہی ہے جسمیں اس نے اپنی ہستی کا ایک حصّہ نفخ کیا ہے"۔
پہلی آیتوں سے تو حضرت عیسیٰؑ کا ہندوستان میں آنا ثابت ہوتا ہے۔ اور بعد کی آیتوں میں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم بیان کی گئی ہے۔ اس تعلیم میں ایک طرف تو ان ہندوؤں کا ردّ ہو رہا ہے جو مشرک ہیں۔ بُتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ بہت خدا بنا رکھے ہیں۔ اور دوسری طرف آجکل کے عیسائیوں کی بھی تردید ہو رہی ہے۔ جو تین خدا مانتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے شخص کے مُنہ کا کلام ہے جو بائیبل پڑھا ہُوا ہے اور اسی پر اپنا عمل در آمد رکھتا ہے۔ مثلاً خدا کے لئے باپ کا لفظ بولنا اور لوگوں کے لئے بچّوں کا لفظ۔ اور پانی اور کُرّہ زمین کا ذکر یہ بالکل بائیبل کا طرز بیان ہے۔ پس یہ ساری انجیل چھوٹے چھوٹے جو دان بابوں پر مشتمل ہے اس میں کہیں بُتوں کی تردید ہے۔ اور کہیں تناسخ کی تردید۔ اور پھر سارے ہندوستان میں سیاحت کا ذکر ہے۔ اور پنڈتوں کے ساتھ بحث مباحثے کا ذکر ہے۔ اور پھر شرک اور بُتوں

کی تردید میں اور اثبات توحید میں عمدہ عمدہ دلائل درج ہیں۔

پس اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ضرور ہندوستان اور تبت۔ کشمیر کی طرف آئے ہیں۔

(۲)

منجملہ ان شہادات کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں آئے ہیں ایک شہادت کتاب "اکمال الدین" ہے۔ اس کتاب میں یوز آسف کا حال لکھا ہے۔ اور یہ کہ وہ ایک ملہم تھا اسکے پاس فرشتہ آتا اور اس کی راہ نمائی کرتا تھا۔ اور یہ کہ وہ فرشتہ کے کہنے سے اپنے ملک کو ترک کر کے بہت سے علاقوں میں پھرتے پھراتے کشمیر میں وارد ہوا۔ چونکہ یہ ایک لمبی عبارت ہے۔ میں اس جگہ اس کتاب کی عربی عبارت سے ایک دو فقرے نقل کر دیتا ہوں۔ فَمَکَثَ فِی تِلْکَ الْبِلَادِ حِیْنًا ثُمَّ اَتٰی اَرْضَ سَوْلَابِطٍ وَبَلَّغَ سَاکِنِیْھَا ثُمَّ انْتَقَلَ مِنْ اَرْضِ سَوْلَابِطٍ وَسَارَ فِیْ بِلَادٍ وَمُدَا اِیْنَ کَثِیْرَۃٍ حَتّٰی اَتٰی اَرْضًا تُسَمّٰی قَشْمِیْر فَسَارَ فِیْھَا وَاحْیَانًا فِیْ غَیْرِھَا حَتّٰی اَتَاہُ الْاَجَلُ۔ دیکھو کتاب اکمال الدین صفحہ ۳۵۶ مطبوعہ ایران۔ ترجمہ۔ پھر وہ کچھ عرصہ ان علاقوں میں ٹھیرا پھرا ایک اور علاقے میں آیا جس کا نام سولابط ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کو تبلیغ کی پھر وہاں سے نکل کر بہت علاقوں اور شہروں کی سیر کی حتّٰی کہ پھر ایسی زمین آیا جسکا نام کشمیر ہے۔ پھر سیر کرتا رہا اور کبھی کبھی علاقہ کشمیر سے باہر بھی چلا جاتا تھا۔ حتّٰی کہ اس کی اجل آگئی یعنی فوت ہو گیا۔

ہاں اس کتاب میں بجائے یسوع کے یا عیسیٰؑ کے یوز آسف ہے جو مخفف اور مرکب ہے دو ناموں سے یعنی یسوع بن یوسف۔ اس نام پر آگے چل کر اور بھی بحث ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

عہد عتیق کی تعلیم توحید کتاب الاستثناء۔ (۱) یہ سب کچھ تجھ ہی کو دکھایا گیا تاکہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اُسکے سوا کوئی نہیں۔ باب ۴ آیت ۳۵۔ (۲) سن اے اسرائیل۔ خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے باب ۶ آیت ۴ کتاب یسعیاہ باب ۴۴ آیت ۶ میں ہے۔ میں اوّل اور میں آخر اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔

عہد جدید کی تعلیم توحید انجیل مرقس۔ اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے باب ۱۲۔ آیت ۲۹۔ انجیل متی۔ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔ باب ۴ آیت ۱۰ انجیل لوقا۔ خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔ باب ۴ آیت ۸۔

اسلامی قادر مطلق خدا اور آرین سروشکتیمان

آرین اعتراضات۔ احمدی جوابات

(سلسلہ کیلئے مارچ ۱۹۲۵ء کا رسالہ)

اسی طرح سوامی جی اپنے ایک لیکچر میں فرماتے ہیں:۔

"ایشور سروشکتیمان ہے اس لئے اوتار کی ضرورت دور ہو جاتی ہے کیونکہ محض خواہش سے ہی وہ راون کا ناش کر سکتا ہے" اپدیش منجری صـ۸

الفاظ جبوقت چاہے اور محض خواہش ہمارے بیان کے مصدق ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ایشور میں خواہش ہو ہی نہیں سکتی تو یہ کہنا کہ جبوقت چاہے ایسا کر سکتا یا یہ کہ محض خواہش سے وہ ایسا کر سکتا ہے بالکل غلط ہے۔

خدا کا ارادہ اور وید اب ہم خدا تعالیٰ کے صاحب ارادہ ہونے پر ایک دلیل وید سے پیش کرتے ہیں جو اس مضمون پر ہماری آخری دلیل ہے ورنہ یہ مضمون تو اتنا وسیع ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ دیکھئے وید بھگوان میں ایشور کا فرمان ہے:۔

"میں (خدا) خود ہی یہ کہتا ہوں جو دیوتاؤں اور انسانوں کا پیارا ہوں کہ میں جسکے لئے چاہتا ہوں اسکو بڑا بناتا ہوں جسکو چاہتا ہوں اسے برہما بناتا ہوں جسکو چاہتا ہوں رشی بناتا ہوں اور جسکے لئے چاہتا ہوں اسے عقلمند بناتا ہوں" (اتھروید)

اتھروید کے اس ایک منتر میں چار دفعہ "چاہتا ہوں" "چاہتا ہوں" آیا ہے اب سوال یہ ہے اگر خدا تعالیٰ میں چاہ کا نام ونشان بھی نہیں بلکہ وہ بے جان چیزوں کے خاصہ کی طرح کام کرنے والا ہے۔ تو یہ منتر سارے کا سارا فضول ہے۔ کیونکہ وہ چاہ سکتا ہی نہیں۔

تناسخ کا رد اس منتر سے تناسخ کا بھی رد ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر بڑائی چھٹائی محض اعمال پر موقوف ہو۔ تو یہ غلط ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اسے بڑا بناتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جسکے اچھے اعمال ہوتے ہیں اسی کو وہ بڑا بنانا چاہتا ہے تو ہم یہ مان لیتے ہیں لیکن یہ کیسے ثابت ہوا کہ بلا اعمال وہ کسی کو بڑا نہیں بنا سکتا۔ وید کے الفاظ عام ہیں ان سے بلا اعمال بھی بڑا بنانا ثابت ہے۔

دوسرا اعتراض دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے مخلوق کو عدم سے وجود کا جامہ پہنایا ہے تو پھر تمام مخلوق کو یکساں کیوں پیدا نہیں کیا تفاوت مراتب خدا کی بے انصافی ہے۔

جواب اس اعتراض کا منشاء یہ ہے کہ ہم آریہ سماج کے اس بے ثبوت اعتراض سے دب کر یہ مان لیں کہ مخلوق عدم سے وجود میں نہیں آئی اور خدا کے ساتھ روح و مادہ کو قدیم مان لیں۔

ہمارے نزدیک تو انتظام عالم کے لئے مخلوق کا مختلف مراتب پر ہونا لازمی ہے اور باتوں کو تو جانے دو نوع انسانی کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ مرد بھی ہوں اور عورتیں بھی۔ لیکن آریہ مہاشہ کے نزدیک یہ تفرقہ بھی بے انصافی ہے لیکن عقلمند انسان آریہ سماج کے اعتراض کو ایک فضول اور بے حیا اعتراض کہے بغیر نہیں رہ سکتا اسلئے ہم اس فضول اعتراض کا صرف اتنا ہی جواب دیتے ہیں کہ اے عدم سے پیدا ہونیوالو تمہارا کیا حق ہے جو خالق نے سلب کر لیا جو تم ناشکری سے کہتے ہو کہ ہماری ساتھ بے انصافی ہوئی۔ کیا تمہارا وجود بہتر ہے یا تمہارا عدم۔ اگر عدم میں کچھ فائدہ تھا اور اب وہ تم سے چھن گیا ہے تو بلاشبہ تم پر ظلم ہوا لیکن اگر عدم نفی مطلق کا نام ہے (اور یہی نیچ ہے) تو عدم پر وجود [illegible] کو ہر حال ترجیح ہے نہ ہونے سے کچھ ہونا بہر حال بہتر ہے۔ اور اگر یہی ظلم ہے تو ہم اس ظلم کو مہربانی سمجھتے ہیں او نادان آریہ پرشو۔ تمہارے نزدیک اس تفاوت مراتب میں کوئی پرمیشور کی حکمت نہیں بلکہ یہ صرف بوجہ بداعمالی کے گوناں گون صورتیں پیدا ہوئی ہیں۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ گناہ کا سبب کیا ہے یا انسانوں سے بداعمالی کے سرزد ہونے کا سبب کیا ہے۔ تمہارے نزدیک تفاوت مراتب کا سبب گناہ ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ گناہ و ثواب تفاوت مراتب سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ منشاء نہیں کہ خدا تعالیٰ نے تفاوت مراتب کو اسلئے رکھا ہے کہ لوگ گناہ کریں بلکہ انتظام عالم کے لئے اس حکیم مطلق نے تفاوت مراتب رکھے ہیں اور انسان گوناں گون ضرورتوں کو پورا کرنیکے لئے بے شمار قسم کی مخلوق پیدا کی ہے کہیں سواری کے لئے گھوڑا اور دودھ کے لئے گائے بھیڑ بکری وغیرہ۔ لیکن اس تفاوت مراتب کی حکمت کو نہ سمجھ کر کم علمی سے بعض انسان حرص و لالچ۔ حسد و بغض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حرص و لالچ سے چوری قتل و غارت وغیرہ کے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ اور بعض انسان دولت یا حسن کو دیکھ کر خدائے تعالیٰ کی حکمت کا اعتراف کرتے ہیں اور بہرحال خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ثواب پاتے ہیں۔ گویا تفاوت مراتب ہی جو انسانی ترقی کا ایک ذریعہ ہے موجب ثواب و عذاب بھی ہے۔ لیکن اگر تمام لوگ یکساں ہوں اور یکساں قابلیت رکھتے ہوں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ دنیا میں کوئی چوری کرے یا قتل و غارت کا موجب ہو۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ جب کسی شخص کا فریق مخالف برابر کی طاقت رکھتا ہو تو بالعموم لڑائی سے کنارہ کشی کی جاتی ہے اور لڑائی اسی وقت کیجاتی ہے جب فریق مخالف کو غافل اور

کمزور سمجھا جاتا ہے چنانچہ ہندوؤں کے ایک بڑے مقنن اور پولیٹشن منو مہاراج فرماتے ہیں :-

"جب یہ معلوم ہوجاوے کہ فوراً لڑائی کرنے سے کسی قدر تکلیف پہنچیگی اور بعد میں کرنے سے اپنی بہتری اور فتح ضرور ہوگی تب دشمن سے میل کرکے وقت مناسب تک صبر کرے۔ (منو ۷ ـــ ۱۶۹) ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۶

"جب اپنی پرجا کو بلوان دیکھے اور اپنے کو اونچا دیکھے۔ تب بگاڑ کرے" (منو ۷-۱۷۰)
"جب مکمل طاقت یعنی فوج کو خورسند آسودہ اور خوشحال دیکھے۔ اور دشمن کی طاقت برخلاف اسکے کمزور ہوجاوے۔ تب دشمن کی طرف جنگ کرنے کے واسطے کوچ کرے"۔
منو ۷-۱۷۱ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۶

ان حوالوں سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بہت ہی خطرناک پولیسی کی تعلیم منو جی مہاراج نے دی ہے اور سوامی دیانند جی نے اسے قبول کرلیا ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہے کہ جنگ جدل کا سبب طاقت کی کمی و بیشی ہی ہے ورنہ اگر دو راجوں کی طاقت برابر ہو تو جنگ ہی نہ ہو۔ اسی طرح کام کرودھ - موہ - لوبھ - ہنکار جو تمام عیوب کا منبع ہیں یہ سب اسی وقت تک ہیں جب تک کہ تفاوت مراتب ہے اور تفاوت مراتب اسوقت تک ہے۔ جبتک گناہ ہے۔ یہ اس پر موقوف اور وہ اسپر موقوف۔ اور اس طرح اعتراض دور دار ہوگیا۔ اور ہم اس بے ہودہ فلسفہ کو کسی طرح مان ہی نہیں سکتے اس کا تو گویا یہ منشاء ہے کہ کبھی دنیا کو خدا تعالیٰ پوتر کرنا ہی نہیں چاہتا ہمارے نزدیک تو تناسخ کا جواب تناسخ ہی ہے۔ کیونکہ اگر ہم پوچھیں کہ تفاوت مراتب کا کیا سبب ہے تو آریہ کہتے ہیں نیک و بد اعمال اور جب ہم سوچیں کہ نیک و بد اعمال کا سبب کیا ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ تفاوت مراتب کی وجہ سے ہی نیک و بد اعمال ہوتے ہیں لہٰذا ہم یہی کہینگے کہ یقیناً یہ چکر کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔

مرنا کوئی نہیں چاہتا ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق بھی اپنی جان کو پیارا رکھتی ہے اور مرنے سے بچنے کی تدبیر کرتی ہے یہ دلیل ہے کہ فطرۃً تمام مخلوق اپنے وجود کو بمقابلہ موت یا فنا کے ترجیح دیتی ہے اور یہ محض جھوٹ ہے کہ عدم میں ہی مزا تھا۔ پس وجود بہرحال خدا کی نعمت ہے جس کا انکار سوائے دل کے اندھوں کے کوئی نہیں کرسکتا۔

تفاوت مراتب بے انصافی نہیں یہ کہنا کہ تفاوت مراتب بے انصافی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خدا ایسے مہاشے کو پیدا ہی نہ کرتا تو غالباً انکا کوئی حاشیہ یہ نہ کہتا کہ پیدا کیوں

پیدا ہی نہیں کیا گیا۔ پس جب مطلقاً کسی کی عدم پیدائش پر اعتراض نہیں ہو سکتا تو اسکی پیدائش پر خواہ وہ کیسی ہی ادنیٰ ہو۔ کس طرح اعتراض ہو سکتا ہے۔

نہ دینا اور تھوڑا دینا فرض کرو ہم پر کسی کا ایک پائی کا بھی حق نہیں اور ہم کسی کو کچھ بھی نہیں دیتے تو کیا ہم کچھ نہ دینے کی وجہ سے گنہگار ہیں۔ اگر نہیں اور ہم پر درحقیقت کوئی اعتراض کرنیکا کسی کو حق نہیں تو پھر اگر ہم کسی کو تھوڑا سا ہی دیدیں تو کیا ہم قابل اعتراض ہو جائینگے۔ اگر نہیں تو کسی کا کیا حق ہے کہ وہ خدا تعالیٰ پر بے انصافی کا الزام لگائے حالانکہ خدا نے اس کا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ وہ کچھ دیا ہے جو دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی نہیں دے سکتا یعنی زندگی جس سے ایک فقیر بھی اگر شکر گذار ہو سورگ کا وارث بن سکتا ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ زمان و مکان موجود ہیں اور اگر نہیں تو خدا بھی کہیں نہیں اور کبھی نہیں۔ اور پھر ہم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہم ثابت کریں کہ زمان و مکان نہیں ہیں۔

تثلیث کبھی اعتراض بعض چالاک آریہ دوسرے طریق پر بھی کر دیا کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں کہ جس توحید کا اسلام قائل ہے وہ توحید ثابت ہی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اگر روح و مادہ کو نہ بھی قدیم مانیں تو بھی تثلیث ماننی پڑتی ہے کیونکہ خدا اور زمانہ اور مکان تو بہرحال مسلمانوں کو بھی قدیم ماننے پڑتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کا انکار کریں تو پھر اس طرح ثبوت دیا جاتا ہے:۔

سوال آریہ۔ خدا کہاں ہے۔

جواب مسلمان۔ ہر جگہ

آریہ۔ خدا اور ہر جگہ دو چیزیں ہوئیں۔ نوٹ کر لو۔ اور بتاؤ کہ خدا کب سے ہے۔

مسلمان۔ ہمیشہ سے ہے۔

آریہ۔ خدا اور ہر جگہ کے علاوہ ہمیشگی تیسری چیز ہوئی اور آپ کے یہاں سے ثابت ہو گیا کہ خدا زمان و مکان تینوں قدیم ہیں۔

غرض اس طرح وہ زمانہ اور مکان کو شریک باری قرار دیکر توحید اسلامی کی تردید کرتے ہیں اسلئے ہم زمانہ و مکان پر قدرے تفصیل سے کچھ لکھیں گے۔

تثلیث کا جواب اصل اعتراض کا جواب دینے سے پہلے ہم اس نرالے طرز استدلال کا جواب بھی دینا چاہتے ہیں۔

فرض کرو ایک آریہ مناظر صاحب کھڑے ہیں اور ستیارتھ پرکاش انکے ہاتھ میں ہے اور

سلسلہ کلام اس طرح شروع ہوتا ہے۔
احمدی۔ مہاشہ جی آپ کے ہاتھ میں کتنی چیزیں ہیں۔
آریہ۔ ایک۔
احمدی بالکل جھوٹ۔
آریہ۔ وہ کیسے۔
احمدی۔ یہ چیز کتنی لمبی۔ چوڑی موٹی ہے۔
آریہ۔ ۸ انچ لمبی۔ ۶ انچ چوڑی اور ڈیڑھ انچ موٹی۔
احمدی۔ تو آپ کے ہاتھ میں لمبائی۔ چوڑائی۔ موٹائی اور کتاب چار چیزیں ہوئیں نہ ایک۔
آریہ۔ واہ صاحب یہ کیا نرالہ طرز استدلال ہے۔
احمدی۔ ویسا ہی جیسا آپ کال اور دیش ثابت کرنے کے لئے پیش کیا کرتے ہیں۔ اگر یہ غلط ہے تو وہ غلط بھی غلط ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب بلا شبہ زمان و مکان نہ تو کوئی مادی اشیاء ہیں اور نہ ہی وہ روحانی چیزیں ہیں اور اگر یہ کوئی وستو ہیں تو ثبوت دو اور بتاؤ یہ کیا ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ وقت تو مقدار فعل کا نام ہے اور مکان یا آکاش خلاء محض کو کہتے ہیں۔

خدا کہاں ہے یہ اعتراض کہ اگر زمان و مکان نہیں ہے تو خدا بھی نہیں ہے کیونکہ جب جگہ ہی نہیں تو خدا کہیں بھی نہیں اور جب زمانہ نہیں تو خدا کبھی بھی نہیں۔ بالکل غلط ہے محض دھوکہ ہے۔ خدا ہمیشہ سے ہے اور ہر جگہ ہے۔ لیکن وہ نہ جگہ کا محتاج ہے اور نہ زمانہ کا۔ وہ ازلی اور ابدی ہے یعنی حد زمانی سے باہر ہے وہ موجود ہے اور کسی سہارے کا محتاج نہیں ہر چیز اسکے سہارے ہے۔ اس کا وجود ہی ہر جگہ ہے۔ جسکے اندر سب کچھ ہے۔

خدا لامکان ہے اسلام کی کیا پاک تعلیم ہے کہ وہ خدا کو کسی سہارے کا محتاج قرار دیتا ہی نہیں اور یہ بات بالکل معمولی ہے کہ جب آکاش کو آریہ بغیر کسی سہارے کے سب کی قیام گاہ مانتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں لامحدود ذات الٰہی کو کسی مکان کا محتاج مانا جائے اس لئے ہم خدا تعالیٰ کو لامکان مانتے ہیں اور اس کا انکار کرنا محض اپنی دیانت کا ثبوت دینا ہے۔

ہرنیہ گربھ آکاش پرتھوی دیکھو دیدوں میں تو خدا کو آکاش اور پرتھوی بھی کہا گیا ہے پس تمھیں کسی دوسری پرتھوی یا آکاش کی کیا ضرورت ہے وہ خدا ہی کافی ہے۔ پھر اس کو ہرنیہ گربھ بھی کہا ہے کیونکہ تمام مخلوقات اس طرح اسکے اندر ہے جس طرح کسی مادہ کے پیٹ میں بچے۔ پھر تم کو اس ہرنیہ گربھ کے سوا کسی اور سہارے کی کیوں ضرورت ہے دیکھو سوامی جی لکھتے ہیں :-

بھومی "بوجہ اسکے کہ اس میں تمام عناصر اور متنفس موجود ہیں پرمیشور کا نام بھومی ہے" ستیارتھ پرکاش صث

نوٹ :- آریو تمام عناصر میں تمھارا فرضی آکاش داخل ہے۔

سب کا سہارا "جس میں آفتاب وغیرہ تجلی عالم پیدا ہو کر اسکے سہارے ہیں یا جو آفتاب وغیرہ نور مجسم چیزوں کا بطور رحم یعنی جا پیدائش وقیام ہے۔ اس وجہ سے اس پرمیشور کا نام ہرنیہ گربھ ہے" ایضاً صٹ

نوٹ :- اے سماجی مترو اجسم رحم میں آفتاب وغیرہ تمام کرے قائم ہیں کیا وہ گربھ تمھارے لطیف آکاش کا سہارا نہیں یا کیا تمھاری جیو اور پرکرتی اس گربھ میں سما سکتی ہے یا نہیں۔ اگر سما سکتی ہیں تو کیوں سوامی جی کے فرضی معترض کی طرح کہتے ہو کہ :-

"درحقیقت آکاش کی پیدائش نہیں ہوتی کیونکہ بغیر آکاش کے پرکرتی اور پرماتو کہاں ٹھیریں" ایضاً صنٹ ۲۹

یاد رکھو یہ کسی معترض کا قول ہے جسکو سوامی جی نے آگے رد کر دیا اور صاف کہدیا کہ آکاش کی بھی پیدائش ہو جاتی ہے پس تم بھی معترض نہ بنو بلکہ مسلمان بنو۔

لطیفہ اگرچہ اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ خدا تعالیٰ محدود ہے اور وہ کسی تخت پر بیٹھا ہوا ہے لیکن آریوں نے خواہ مخواہ عرش کی حقیقت کو نہ جانکر اعتراض کیا کہ خدا تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور وہ اس تخت کے سہارے کا محتاج ہے اور محدود ہے۔ لیکن خود خدا تعالیٰ کو مکان و زمان کا محتاج مانتے ہیں جیسا کہ انکے اعتراض سے ظاہر ہے۔ یہ اعتراض انکی کتابوں میں شائع شدہ ہے۔ مگر ہم اس کا جواب بھی سوامی دیانند کی زبانی سے ہی دلاتے ہیں۔ سنیئے :-

"آکاش دیا پک ہونے سے سب پدارتھوں کا امر ہے اور اس سے دیا پک"

"اور زیادہ تر سوکشم (لطیف) پرماتما ہے آکاش ایشور نے پیدا کیا"
"آکاش اور پرماتما کا آدھار آدہییہ سمبندھ ہے (یعنی پرمیشور کے سہارے آکاش ہے"
"غیر محسوس پرکرتی کا جو غیر محسوس قیام ہے اسی کو آکاش کہنا چاہیئے" ایڈیشن ہجری (صفحہ ۹۵)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ آکاش (جگہ) مخلوق ہے اور اس کا سہارا بھی پرمیشور ہے نہ یہ کہ آکاش پرمیشور کی قیام گاہ ہے۔ پس آکاش کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آکاش نہیں ہے۔ تو خدا بھی کہیں نہیں کیا غضب کی بات ہے کہ ویدوں کی بھی تعلیم کو یہ لوگ نہیں مانتے۔ ہم پر اعتراض کی خاطر سب کچھ بھول جاتے ہیں یا دانستہ پس پشت ڈالدیتے ہیں۔

آکاش آکاش کے متعلق سوامی دیانند کا ذاتی خیال یہی ہے کہ وہ قدیم ہے مگر یہ وید کے برخلاف ہونیکی وجہ سے قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ مباحثات میں اسپر اکثر بحث ہوتی ہے اسلئے میں اختصاراً وید کا مذہب جو آکاش کے متعلق ہے پیش کر دیتا ہوں جو حسب ذیل ہے:۔

پہلا حوالہ (۱) "جسوقت یہ ذروں سے ملکر بنی ہوئی دنیا پیدا نہیں ہوئی تھی اسوقت یعنی پیدائش کائنات سے پہلے است (غیر محسوس حالت تھی) یعنی شونیہ آکاش بھی نہیں تھا کیونکہ اسوقت اس کا کچھ کاروبار نہ تھا" (رگوید ترجمہ سوامی دیانند دیکھو بھومکا صفحہ ۔)

نوٹ۔ است کا ترجمہ شونیہ آکاش کیا گیا ہے ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں ہم صرف ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ایکوقت تھا کہ سوائے خدا تعالیٰ کے نہ ست تھا اور نہ است تھا اور حسب ترجمہ سوامی دیانند جی مہاراج شونیہ آکاش بھی نہ تھا

دوسرا حوالہ (۲) "پیدائش عالم سے پہلے ہرنیہ گربھ (پرمیشور) اس پیدا شدہ عالم کا ایک ہی مالک اور محافظ تھا۔ اس نے زمین سے لیکر آکاش تک تمام کائنات کو بنایا اور وہی اسکو قائم رکھتا ہے" (دیکھو بھومکا صفحہ ۔ رگوید)

نوٹ۔ اس وید منتر سے عیاں ہے کہ آکاش پیدا شدہ ہے اور اسکو بھی خدا ہی قائم رکھتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ پیدائش سے پہلے وہ اس پیدا شدہ کا مالک ہوتا ہے۔ آریو کہو وہ تمہارا اعتراض کدھر گیا کہ بغیر ملک کے موجود ہونیکے وہ مالک کیسے ہے۔

تیسرا حوالہ (۳) "اس پرش نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانے کیلئے پانی سے رس کو لیکر مٹی کو بنایا اسی طرح اگنی کے رس سے پانی کو پیدا کیا۔ اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش سے اور آکاش کو پرکرتی سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا یہ تمام قدرت اور صنعت اسی کی ہے اسلئے اسکا نام وشوکرما (صانع کل) ہے" (یجروید [illegible])

نوٹ۔ اس یجروید کے منتر سے نہ صرف آکاش کے مخلوق ہونیکا بین ثبوت ملتا ہے بلکہ ماسوا اللہ ہر شے کا مخلوق ہونا اظہر من الشمس ہے۔ آریہ چالاکی سے کہا کرتے ہیں کہ قدرت سے مراد پرکرتی ہے لیکن یہ محض بکواس ہے اسلئے تو یہ معنی ہونگے کہ پرکرتی کو اپنی قدرت نہیں بلکہ پرکرتی کو پرکرتی سے پیدا کیا جو مہمل ہے علاوہ ازیں بھومکا کے صفحہ ۷ پر تو یہ بھی موجود ہے کہ:۔

چوتھا حوالہ (۴) "اسوقت ست (پرکرتی) یعنی کائنات کی غیر محسوس علت جکو ست کہتے ہیں وہ بھی نہ تھی اور نہ پرمانوں تھے ورات میں آکاش جو دوسرے درجہ پر آتا ہے وہ بھی نہ تھا۔ بلکہ اسوقت صرف پربرہم کی سامرتھ قدرت جو نہایت لطیف اور اس تمام کائنات سے برتر ہے علت ہے موجود تھی"۔ (بھومکا صفحہ ۷۵) (رگوید)

نوٹ۔ اس حوالہ سے جہاں یہ ظاہر ہے کہ آکاش بھی نہیں تھا وہاں یہ بھی ظاہر ہے کہ ست پرکرتی بھی نہ تھی۔ کیا تھا؟ خدا کی قدرت تھی وبس۔ پس جب خود کہدیا کہ پرکرتی بھی نہ تھی خدا کی قدرت تھی تو اب یہ کہنا کہ قدرت سے مراد پرکرتی ہی ہے۔ محض وید کی ہنسی کرنا ہے۔ کیونکہ ایسا مہمل کلام تو معمولی عقل کے لوگ بھی نہیں کیا کرتے۔ اور اس تمام جھگڑے کا خاتمہ منتر نمبر چار سے ہو جاتا ہے جس کا بھاشا میں سوامی جی نے ارتھ اس طرح کیا ہے کہ:۔

"اس پرش کا اننت سامرتھ ہی اس جگت کے بنانے کی سامگری ہے کہ جس سے یہ جگت اتپن ہوتا ہے"۔ (ہندی بھومکا) صفحہ ۱۲۲

اننت سامرتھ ہی اننت سامرتھ ہی کے الفاظ کو غور سے دیکھو۔ لفظ "ہی" نے تو حصر کر دیا کہ سوائے سامرتھ کے اور کچھ بھی اس دنیا کے بنانے کا مصالحہ یا سامگری نہیں۔ اور لفظ اننت نے بتا دیا کہ وہ سامگری لامحدود ہے۔ پس سامرتھ سے مراد پرکرتی ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ تو بلاشبہ محدود ہے۔ جیسا کہ بھومکا کے صفحہ ۸۵ پر بحوالہ اتھروید لکھا ہے کہ پرکرتی۔ آکاش وغیرہ تینوں قسم کی کائنات پرمیشور کے مقابل ہیچ محض ہے اور پھر لکھا ہے کہ:۔

"پرکرتی سے لیکر زمین تک تمام لطیف وکثیف کائنات اس غیر متناہی قدرت والے ایشور کے ایک پہلو میں قائم ہے"۔ (یجروید پرش سوکت منتر نمبر ۳) بھومکا صفحہ ۷

پس محدود پرکرتی کو ایشور کی سامرتھ قرار دینا دراصل خدا کی قدرت کا انکار ہے جیسا کہ خود سوامی جی نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ دیکھو

"گذشتہ آئندہ و موجودہ جسقدر کائنات ہے اس سب کو اس پرش کی مہما یعنی عظمت کا نشان سمجھنا چاہیئے۔ (یہاں سوال پیدا ہو سکتا ہے) کہ محدود کائنات کو اس کی عظمت کا نشان بتانے سے اسکی عظمت محدود ہو جاتی ہے"۔ (بھومکا صفحہ ۸۷)

مسلمانوں کیلئے نہایت مفید باتیں

سیاستِ ہند کے متعلق مسلمانوں کا رویہ

سیاستِ ہند کے متعلق مسلمانوں کا رویہ۔ اسکے متعلق مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ کوئی عقلمند ایک منٹ کیلئے بھی خیال کریگا کہ مسلمانوں کو سلف گورنمنٹ کے حصول کیلئے کوشش کرنی چاہیئے یا نہیں۔ آزادی ہر انسان کا حق ہے اور مسلمان اس حق کو نظر انداز نہیں کر سکتے مگر سوال صرف طریق عمل کا ہے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ میرے نزدیک تعاون زیادہ کارآمد حربہ ہے اور میں ان لوگوں سے جو اس حربہ کو استعمال کیئے بغیر عدم تعاون پر عامل ہو گئے ہیں درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک دفعہ تعاون کا حربہ بھی چلا کر دیکھیں بیشک اس حربہ کا چلانا بہت بڑی جرأت اور رات دن کی محنت چاہتا ہے مگر ملک کی بہتری ایسا کام نہیں جسکے لئے ذاتی آرام کی قربانی نہ کیجا سکے۔ میں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ تعاون کا تجربہ کر لیا گیا ہے۔ تعاون کا نہیں۔ خوشامد کا لالچ کا حرص کا طمع کا بلکہ جھوٹ اور فریب کا تجربہ اسوقت تک کیا گیا ہے۔ ملک کے فوائد کو مدِ نظر رکھ کر تعاون کا تجربہ بحیثیت قوم ابتک کل ہندوستان نے تو الگ رہا کسی ایک قوم نے بھی نہیں کیا۔

پس اس امر کو بلا تجربہ کیئے چھوڑ دینا اور ملک کو فتنہ و فساد کی ندی میں دھکیل دینا۔ کہ حوادث زمانہ کی تھپیڑیں کھاتا پھرے کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اور کم سے کم میں یہ کہونگا کہ اگر ایک فریق عدم تعاون کا قائل ہو تو اسے نہیں چاہیئے کہ تعاون کے خیال والوں کی ذاتی مخالفت کرے یا انکی نیت پر الزام لگائے۔

مسلمانوں کا سلوک اپنے لیڈروں سے

افسوس! مسلمانوں نے اپنے پچھلے غلط رویہ سے کتنا نقصان اُٹھایا ہے۔ جبکہ ہندوؤں کے تعاونی لیڈر پنڈت مالویہ صاحب پبلک اور کانگرس میں ویسے ہی معزز رہے جیسا کہ وہ پہلے تھے سپیرو اور شاستری اسی عزت کی نگہ سے دیکھے جاتے رہے جس سے پہلے دیکھے جاتے تھے۔ مسلمانوں کے لیڈر مسٹر جناح اور فضل الحق۔ سر شفیع اور اسی قسم کے دوسرے لوگ جو یا عدم تعاون کے قائل نہ تھے یا اسکے اندھا دھند مقلدوں میں سے نہ تھے۔ انکی آواز اسطرح دبا دی گئی کہ گویا انہوں نے ملک کی کوئی خدمت کی ہی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہندو تعاون اور عدم تعاون دونو کے فوائد سے مالا مال ہو گئے اور مسلمان دونو طرف سے گھاٹے میں رہے۔

پچھلے سال کے سفر یورپ میں جن یورپین اہل الرائے سے ملا ہوں میں نے دیکھا ہے سوائے ایک دو کے سب کے سب باوجود اختلاف کے ہندو لیڈروں کے مداح تھے اور سوائے ایک دو کے سب کے سب مسلمان لیڈروں کو حقیر اور بیوقوف سمجھتے تھے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ مسلمان ایک وقت میں اپنے لیڈروں کو سر پر چڑھاتے ہیں

دوسرے وقت میں انکو اختلاف پر قعر مذلت میں گرا دیتے ہیں۔ حالانکہ اعزاز اور اکرام اور شئے ہے اتباع اور۔ وہ انکی اتباع نہ کریں مگر اختلاف رائے سے جو دیانتداری پر مبنی ہو انکی پچھلی خدمات پر پانی کیونکر پھر جاتا ہے۔

سیاست سودا ہے

دوسرا نقص یہ ہے۔ کہ ہم لوگ اس امر کو نہیں جانتے کہ سودا کیا شئے ہے تمام سیاست سودے پر چل رہی ہے اور جبتک یہ سودا ہم نہ سیکھینگے اسوقت تک گورنمنٹ کے ساتھ معاملہ میں کامیاب ہونگے نہ دوسری اقوام سے۔ ہمیں کبھی یہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے کہ جو کچھ کہتے ہیں بس اس سے ایک قدم نہیں ہٹینگے بیشک ہم حسن تدبیر سے یہ کوشش کریں کہ دلیل سے حکمت سے دوسرے کو اپنے مطلب کی طرف کھینچ لاویں بلکہ اپنے مطالبہ سے بھی زیادہ حق لے لیں لیکن عدم تسامح کی کارروائی پر ہمیں کبھی عمل نہیں کرنا چاہیئے ہمیں دنیا کے سامنے کبھی اپنے مطالبات اس صورت میں نہیں رکھنے چاہیئیں کہ انکو مانتے ہو تو مانو۔ ورنہ لو ہم جاتے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ اسپر آمادہ رہنا چاہیئے اور اس آمادگی کو ظاہر کرنا چاہیئے کہ دوسرے کی مشکلات اور اسکے راستہ کی روکوں کو بھی ہم غور سے سُنیں گے اور انکا لحاظ کرینگے۔

علیحدہ حق نیابت

میرے نزدیک مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے مضبوط کرنے اور گورنمنٹ میں انکی آواز کو وزندار بنانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ انکے مطالبات کو اس طرح پیش کیا جایا کرے کہ وہ صرف معقول ہی نہ ہو بلکہ دوسروں کو بھی معقول نظر آویں۔ میں مثال کے طور پر ایک امر کو لیتا ہوں۔ اور وہ علیحدہ حق نیابت ہے۔ ہیورپ کے لوگ علیحدہ حق نیابت کو ملک کے حق میں سخت مضر خیال کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی درست ہے۔ مگر مسلمانوں کی کمزوری! ہندوؤں کا کل شعبوں پر قبضہ اور مسلمانوں کی ترقی کے راستے بند کر دینا یہ ہمیں مجبور کرتا ہے۔ جب تک اس حالت کی اصلاح نہ ہو جائے۔ جداگانہ حق نیابت کا مطالبہ کریں۔ بلکہ ملازمتوں میں بھی اپنا نسبتی حق مانگیں۔ اب یورپ کے نزدیک جداگانہ حق نیابت گو خود کشی ہے لیکن ملازمتوں میں حق نسبتی کا مطالبہ پورا اور کھلا ہوا جنون ہے۔ اتفاق ایسا ہے کہ ہندوؤں کا بوجہ کثیر التعداد ہونیکے اس اصل کے رائج کرنے میں فائدہ ہے۔ پس وہ اپنے فائدہ کی غرض سے اسکی تائید کرتے ہیں۔ اور اہل یورپ سمجھتے ہیں کہ وہ دانا ہیں۔ اور مسلمان پاگل اور ملک کے دشمن۔ مجھ سے لنڈن کے سب سے بڑے روزانہ اخباروں کے ایڈیٹروں میں سے ایک نے جو مسلمانوں کی تائید میں تھا حیرت سے ذکر کیا کہ یہ پاگلانہ مطالبہ مسلمان کس طرح کرتے ہیں۔ لارڈ منٹو کے وعدے کی وجہ سے وہ جداگانہ حق نیابت کو اڑا نہیں سکتے۔ مگر دل میں سب سمجھتے ہیں۔ کہ یہ ناجائز ہے۔ اور اب جو ملازمتوں کا سوال اٹھا ہے اسکے بارہ میں تو وہ یقین رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا ظلم اور دیوانگی ہے۔ پس ضروری ہے کہ مسلمانوں کے مطالبات کو ایسی زبان میں اور واقعات کی روشنی میں گورنمنٹ اور اہل انگلستان کے سامنے رکھا جائے کہ وہ سمجھ سکیں کہ ہمارے مطالبات گو اصولاً درست نہ ہوں مگر وقتی ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اشد ضروری

ہیں اور انکو اسوقت تک نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جبتک کہ حالات تبدیل نہ ہو جاویں۔ غرض چونکہ انڈین گورنمنٹ ہماری سامنے جوابدہ نہیں۔ مگر انگلستان میں جوابدہ ہے اس لئے گورنمنٹ کے سامنے اپنی ضروریات کو مدلل پیش کرنیکے علاوہ ہمارا فرض ہے کہ ہم انگلستان کی عام رائے میں بھی تبدیلی پیدا کریں۔ غیر تو غیر مَیں نے دیکھا ہے۔ انگلستان میں جو مسلمان طلباء پڑھتے ہیں وہ بھی اپنے ملک سے دُور ہونیکے سبب سے اور ہندوستان کے واقعات سے ناواقفیت کے سبب سے جداگانہ نیابت اور حقوق ملازمت کے مطالبات کو قوم اور ملک کے حق میں مضر خیال کرتے ہیں۔ جب ہماری اپنے بچوں کا یہ حال ہے۔ تو ہم دوسروں سے کیا امید رکھ سکتے ہیں۔

مسئلہ تعلیم و تجارت آخری مسئلہ تعلیم و تجارت و صنعت و حرفت کی ترقی کا مسئلہ ہے تعلیم کے متعلق تو میں صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں تعلیم میں اس امر کو مدِّ نظر رکھنا چاہیئے کہ بچوں میں قومی روح پیدا کی جائے۔ موجودہ حالت یہ ہے کہ مسلمان نوجوانوں کے سامنے کوئی خوش کن ماضی نہیں ہے۔ جسکی وجہ سے شاندار مستقبل کی امید انکے دلوں میں پیدا ہو سکے ہمارے سب بادشاہوں سب بزرگوں کی ایسی بھیانک شکل ہماری سامنے پیش کی گئی ہے کہ تعصباً اگر ہم انکو اچھا کہیں تو اور بات ہے ورنہ دل انکے اندر کوئی خوبی نہیں دیکھتے۔ مجھے تعجب آتا ہے جب مَیں دیکھتا ہوں کہ ادبی رسالوں میں خود مسلمان مصنف مسلمان بادشاہوں کی نیتوں پر حملہ کرتے ہیں۔ حالانکہ نیت سے کون واقف ہو سکتا ہے[۲] نیت پر حملہ ہمیشہ وہ اور جب ایک تعلیم یافتہ مسلمان یہی فعل کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی قومی حس مر گئی ہے۔ اور وہ اچھے اور بُرے اخلاق میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور یہ نتیجہ اس غلط تعلیم کا ہے جو اسکو دی گئی ہے۔ پس تعلیم کا یہ پہلو خاص توجہ کا مستحق ہے۔

مسلمان بادشاہوں کی خوبیاں ہمیں مسلمان بادشاہوں کی وہ خوبیاں جو چھپائی جاتی ہیں ظاہر کرنی چاہئیں۔ اور انکی وہ غلطیاں جو انکے زمانہ کے تمدن کا نتیجہ تھیں ان کے متعلق ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ طبعی غلطیاں تھیں۔ اخلاقی نہ تھیں۔ ہاں جو فی الواقع بُرے آدمی ہوں انکی بُرائی کا بھی اقرار کیا جائے۔ اور کونسی قوم ہے جسمیں اچھے اور بُرے لوگ نہ پائے جاتے ہوں۔ اسلام کے دشمنوں نے باقاعدہ اشاعت کا کام اسلامی بادشاہوں کے خلاف شروع کیا ہوا ہے۔ اور اسکا ازالہ ضروری ہے مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر یہ واقع نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ جسقدر مسلمانوں کو دیندار کہا جاتا ہے انکو ظالم بنایا جاتا ہے۔ اور جسقدر بادشاہوں یا دوسرے بڑی لوگوں کو عادل یا عاقل ثابت کیا جاتا ہے ساتھ ہی انکی اسلام سے بیزاری بھی ثابت کی جاتی ہے کیا اس امر کو دیکھتے ہوئے بھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ واقعات ایسے

[۲] نیّت پر حملہ وہی شخص کرتا ہے کیونکہ وہ ایک ظاہری جائز بات کو بُری کر کے دکھا نہیں سکتا جب تک

بحث کیجاتی ہے۔ نئے خیالات پیدا کرنیکی کوشش نہیں کیجاتی۔

دینی تعلیم کی ضرورت

اسی طرح یہ ضروری ہے کہ دینی تعلیم کی طرف خاص طور پر توجہ کیجائے بغیر دینی تعلیم کے مسلمان مسلمان نہیں بن سکتے۔ اور جسکو اسلام سے محبت ہے وہ اس اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی تعلیم کو دیکھ کر خوش نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ دینی تعلیم نہیں۔

اسلامی تمدن پر تاریخی کتب

تعلیمی پہلو کو مکمل کرنیکے لئے اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ ایسی تاریخی کتب لکھی جاویں اور طالبعلموں کو پڑھائی جاویں۔ جو اسلامی تمدن پر روشنی ڈالتی ہوں۔ اسوقت تک جو کتب لکھی جاتی ہیں وہ علاوہ ناقص ہونیکے چند آدمیوں کے حالات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ انسے مسلمانوں کے تمدن کا بحیثیت قوم کچھ پتہ نہیں لگتا اور کسی ایک یا چند آدمیوں کے اچھے یا بُرے یا عالم یا جاہل ہونے سے اس قوم کی حالت کا صحیح اندازہ کامل تو الگ رہا ناقص طور پر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تعلیم نسوان

تعلیم کی تکمیل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ عورتوں کی تعلیم کی طرف خاص طور پر زور دیا جائے عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ مگر چونکہ عورتوں کے بیشتر حصہ نے ملازمتیں نہیں کرنی۔ انکی تعلیم میں زیادہ زور دینی تعلیم پر ہونا چاہیئے تا وہ اپنے بچوں کو سچّے مسلمان بنا کر اپنی قوم کے سامنے پیش کریں۔ اور امور خانہ داری کی تعلیم ہونی چاہیئے تا وہ اچھی ساتھی بن سکیں اور صنعت و حرفت کی تعلیم ہونی چاہیئے تا وہ عند الضرورت اپنے گھروں میں بیٹھ کر بھی اپنی معیشت کا سامان پیدا کر سکیں اور عند الفرصت غرباء کی مدد کر سکیں۔ اور نرسنگ کی تعلیم ہونی چاہیئے۔ تاکہ وہ وقت ضرورت اپنے ملک اور اپنے خاندان کی خدمت کر سکیں۔ ہاں انکے ساتھ زبانوں اور حساب وغیرہ کی بھی تعلیم ہو۔ کیونکہ یہ علوم تمدن کے قیام اور عقل کی تیزی کے لئے ضروری ہیں۔

مسلمان بچّے اور تمدن یورپ

مگر میرے نزدیک سب سے ضروری چیز اسوقت ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم اپنے بچّوں کو یورپ کے تمدن سے آزاد کرائیں۔ تمدنی غلامی سیاسی غلامی سے بہت بڑھ کر ہے۔ سیاسی غلامی میں انسان کا دل آزاد ہوتا ہے لیکن تمدنی غلامی میں اس کا دل بھی غلام ہو جاتا ہے جو بہت زیادہ خطرناک بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمان اپنے ظاہر اور باطن میں مغربی تمدن کے دلدادہ ہوتے چلے جاتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں جنکا خیال رکھنے میں کوئی بھی قربانی نہیں کرنی پڑتی اسلامی شعار اور آبائی تمدن چھوڑ کر مغربی تمدن اور مغربی عادات اختیار کرتے جا رہے ہیں اور جو قوم ارتقاء کے طور پر نہیں بلکہ نقل کے طور پر دوسری قوم کی عادات کو اختیار کرتی ہے وہ خواہ سیاستاً آزاد بھی ہو جائے حقیقی غلامی سے کبھی آزاد نہیں ہوتی اور اعلیٰ مدارج ترقی پر کبھی بھی نہیں پہنچتی۔

تجارت کے متعلق مشورہ

تجارت کے متعلق میں یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ اس امر سے مسلمانوں نے

سب دوسرے امور کی نسبت زیادہ تغافل برتا ہے۔ تجارت بالکل مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں ہے اسکا ہر ایک شعبہ ہندوؤں کے قبضہ میں ہے اور اسکی وجہ سے مسلمان اقتصادی طور پر ہندوؤں کے غلام ہیں۔ اور انکی گردنیں ایسی بُری طرح انکے پھندے میں ہیں کہ وہ بغیر ایک جان توڑ جدّ وجہد کے اس سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ آڑھت صرافی تجارت درآمد و برآمد۔ ایجنسی۔ انشورنس۔ بنکنگ۔ ہر ایک شعبہ جو تجارت کے علم سے تعلق رکھتا ہے اسمیں وہ نہ صرف پیچھے ہیں بلکہ اسکے مبادی سے بھی واقف نہیں اور اسکے دروازے تک بھی نہیں پہنچے۔ صرف چند چیزیں خرید کر دکان میں بیٹھ جانیکا نام وہ تجارت سمجھتے ہیں۔ اور ان چیزوں کے بیچنے اور خریدنے کا بھی ڈھنگ انکو نہیں آتا۔ وہ اس کوچہ سے نابلد ہونیکے سبب اس دیانت تجارت اور خلق تاجرانہ سے جسکے بغیر تجارت باوجود علم کے بھی نہیں چل سکتی۔ ناواقف ہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ ایک کمیشن کے ذریعہ تجارت کی تمام اقسام کی ایک لسٹ بنائی جائے اور پھر دیکھا جائے کہ کس کس قسم کی تجارت میں مسلمان کمزور ہیں۔ اور کس کس قسم کی تجارت سے مسلمان بالکل غافل ہیں اور پھر ان نقائص کا ازالہ شریعت کے احکام کو مدّنظر رکھتے ہوئے کیا جائے۔

مُسلم چیمبر آف کامرس یہ بھی ضروری ہے کہ ایک مُسلم چیمبر آف کامرس بنائی جائے تاکہ مسلمان تاجروں میں اپنی قومی کمزوری کا احساس ہو۔ اور وہ ایک دوسرے سے تعاون کا معاملہ کرنیکے عادی ہوں۔ اسی چیمبر سے نظام مرکزی بھی نہایت قیمتی مدد اپنے اغراض کے پورا کرنے میں لے سکتا ہے۔

صنعت وحرفت صنعت وحرفت کا میدان میرے نزدیک تجارت سے بھی اہم ہے۔ کیونکہ (۱) اسمیں نفع کا زیادہ موقع ہے۔ اور (۲) اسمیں دوسرے ملکوں کی دولت کھینچی جا سکتی ہے۔ اور (۳) ملک کے لاکھوں آدمیوں کے گذارہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے (۴) تجارت کا دار و مدار اس پر ہے۔ جو قوم اسپر اچھی طرح قابو پالے وہ تجارت کو اپنے ہاتھ میں آسانی سے لے سکتی ہے۔ اسکے ذریعہ سے ملک اقتصادی اور سیاسی غلامی سے محفوظ ہو جاتا ہے مسلمانوں کے لئے اس میدان میں بہت موقع ہے۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ جو ملکی قدیم صنعت وحرفت ہے۔ اس کا بیشتر حصہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ گو وہ آجکل مُردہ ہے۔ لیکن اگر اسکو اُبھارا جائے۔ تو مسلمانوں کے پاس ایک بیج موجود ہے۔ دوسرے اس وجہ سے وسیع پیمانے پر صنعت وحرفت کا تجربہ ابھی ہمارے ملک میں شروع نہیں ہُوا۔ یہ صیغہ ابھی ابتدائی تجارت کی حالت میں ہے۔ اور بہت ہی قریب زمانہ سے لوگ اسکی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ پس مسلمانوں کے لئے اس میدان کا دروازہ بند نہیں۔ اور وہ آسانی سے اپنا حصہ بلکہ اپنے حصہ سے بڑھ کر اس شعبہ عمل میں حاصل کر سکتے ہیں۔ پس میرے نزدیک اس امر کی طرف فوری توجہ ہونی چاہیئے۔ اور اس کا بہترین طریق یہی ہے کہ (۱) ایک بورڈ آف انڈسٹریز مقرر کیا جائے۔ جس کا کام یہ ہو۔ کہ وہ ان صنعتوں کی ایک فہرست بنائے۔ جو اسوقت مسلمانوں میں

رائج ہو رہی ہیں ۔ اور ان کی جو آسانی سے رائج ہو سکتی ہیں ۔ اور ان کی جن کی ملک کی اقتصادی آزادی کیلئے ضرورت ہے جو رائج ہیں ۔ انکو تو ایک نظام میں لاکر ترقی دینے کی کوشش کیجائے اور جو ملک میں رائج ہیں ۔ مگر مسلمان ان سے غافل ہیں ۔ انکی طرف مسلمان سرمایہ داروں کو توجہ دلاکر ان کو جاری کر دایا جائے ۔ اور جو ملک میں رائج ہی نہیں ہیں ۔ مگر ان کی ضرورت ہے ۔ ان کے لئے تجربہ کار آدمیوں کا ایک وفد بیرونی ممالک میں بھیجا جائے ۔ جو انکے متعلق تمام ضروری معلومات بہم پہنچائے ۔ اور جن جن صنعتوں کا اجراء وہ ممکن قرار دے ۔ ان کے لئے ہوشیار طالب علموں کو وظیفہ دیکر بیرونی ممالک میں تعلیم دلوائی جائے ۔ اور ان کی واپسی پر مسلم سرمایہ داروں کے ذریعہ سے ان صنعتوں کے کارخانے جاری کیئے جاویں ؛

سیاسی اتحاد کے بغیر کامیابی محال ہے

(میں جس قدر کہ ایک مختصر پمفلٹ میں لکھا جا سکتا ہے ۔ لکھ چکا ہوں ۔ تفاصیل پر بحث اسوقت کر سکتا ہوں ۔ جبکہ انکی ضرورت محسوس ہو ۔ اور اس لئے پھر ایک دفعہ) اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ سب محنت رائیگاں اور سب تدابیر عبث جائیں گی ۔ اگر اس امر کو اچھی طرح نہ سمجھ لیا گیا ۔ کہ ہم باوجود ایک دوسرے کو کافر کہنے کے اغیار کی نظروں میں مسلمان ہیں ۔ اور ایک کا نقصان دوسرے کا نقصان ہے ۔ پس سیاسی میدان میں ہمیں مذہبی فتووں کو نظر انداز کر دینا چاہیئے ۔ کیونکہ وہ ان کے دائرہ عمل سے خارج ہیں ۔ اسلام ہرگز یہ نہیں کہتا ۔ کہ تم اپنی سیاسی ضروریات کے لئے ان لوگوں سے مل کر کام نہیں کر سکتے ۔ جن کو تم مسلمان نہیں سمجھتے اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے مقابلہ میں یہود سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں ۔ تو کوئی وجہ نہیں ۔ کہ مسلمان کہلانے والے فرقے اسلام کی سیاسی برتری بلکہ یہ کہو ۔ کہ سیاسی حفاظت کے لئے آپس میں مل کر کام نہ کر سکیں ۔ اگر ہم ایسے موقعہ پر اتحاد نہ کر سکیں گے ۔ تو یقیناً اس سے یہ ثابت ہوگا ۔ کہ ہمارا اختلاف اسلام کے لئے نہیں بلکہ اپنی ذات کے لئے ہے ۔ اپنے نفسوں کے لئے ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بدبختی سے محفوظ رکھے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کینیڈا میں قانون خلع

تعجب ہے کہ یورپ ناز کرتا ہے۔ کہ اس نے عورت کی حیثیت کو بلند کیا۔ حالانکہ اہل یورپ شکم مادر سے نکلنے سے لیکر شکم زمین میں جانے تک اس تعلیم میں پرورش پاتے ہیں کہ عورت گناہ کا موجب دوزخ کا دروازہ۔ بچھو کا ڈنگ۔ سانپ کا زہر۔ شیطان کا آلہ وغیرہ وغیرہ ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کی سربلندی کا خیال یورپ نے اپنے محسن ہمسایہ اسلام سے مستعار لیا ہے جسکے اندر عورت کی عزت و توقیر کی تعلیم دی گئی ہے۔

بیشک اسلامی تعلیم کی طفیل یورپ کی عورتوں کو تعلیم حاصل ہو گئی۔ پارلیمنٹوں اور وزارتوں میں شمولیت ہو گئی۔ وراثت میں حصہ ملنے لگ گیا۔ طلاق اور خلع کی اجازت مل گئی لیکن پھر بھی ابھی اس پایۂ مرتبت پر وہ نہیں پہنچیں جہاں اسلام ان کو رکھتا ہے۔

ہر چند عیسائیت نے دین قویم کی مخالفت کی لیکن خالق کے آگے بھلا خلق کی کیا پیش جا سکے۔ آخر یکے بعد دیگرے ان مسائل دینیہ کو قبول کیا۔ جن کو خالق فطرت نے صفحات فطرت پر نقش کیا ہوا ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا۔ لا تبدیل لخلق اللہ۔ ذٰلک الدین القیّم ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون۔

امریکہ اور انگلستان میں تو پہلے ہی طلاق اور خلع کا قانون پاس ہو چکا تھا۔ لیکن آج ہم کنیڈا کے دار العوام کی کاروائی پڑھتے ہیں کہ بتاریخ ۴ر جون کو اس نے بھی یہ قانون پاس کر دیا ہے۔ کہ خاوند کی غداری وغیرہ کی وجہ سے عورت کو بھی طلاق حاصل کرنیکا برابر حق حاصل ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ وللرجال علیھن درجۃ۔ واللہ عزیز حکیم۔

طلاق کے معاملہ میں عیسائیت نے اسقدر سختی برتی کہ آخر انسانی فطرت جنگ پر آمادہ ہو گئی اور اسکے حیا کا قفل ٹوٹ گیا۔ اور اب طلاق اور خلع کا ایسا دروازہ کھل گیا ہے کہ وہ اب بند نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امریکہ میں ذرہ ذرہ سی بات پر طلاق ہو جاتی ہے۔ گذشتہ سال جب ہوس آف لارڈز لنڈن میں طلاق کی آزادی کا مسئلہ در پیش تھا تو ایک مخالف لارڈ نے کہا کہ جہاں تک ہو سکے اسکی آزادی کو روکنا چاہیئے۔ ورنہ شادی کا تقدس مٹ جائیگا۔ مثال کے طور پر اس نے امریکہ کی ایک عورت کی شادی کا ذکر کیا اور کہا کہ اسکی برات میں بارہ اسکے پہلے خاوند شامل تھے۔ محکمہ مردم شماری کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ امریکہ میں سنہ ۱۹۲۳ء میں ۱۶۵۰۰۰ طلاق ہوئی۔ کُل تعداد شادی

کے لحاظ سے ہر ۵۰۰۷ شادی کے بالمقابل ایک طلاق کی اوسط ہے۔ ۱۹۰۵ء میں ۶۸۰۰۰ طلاق ہوئے گویا اٹھارہ سال کے عرصہ میں اوسط طلاق ۱۴۰ فیصدی سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ڈاکٹر ایل وڈ پروفیسر آف سوشی آلوجی مسلیوری یونیورسٹی کہتا ہے کہ امریکہ میں طلاق کی رفتار آبادی کی رفتار سے آجکل چار پانچ گنا زیادہ بڑھ رہی ہے۔ ۱۹۲۲ء میں آریگن کی ریاست میں ہر ۵۰۰۲ شادی کے بالمقابل ایک طلاق واقع ہوئی۔ لیکن یہ بات امریکہ تک ہی اب محدود نہیں رہی۔ انگلستان میں بھی اب اس بات کا رونا شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ ریویو کے جولائی کے نمبر میں میں نے ڈین آف ویلڈن کی ایک تقریر کا اقتباس دیا تھا جس میں اس نے مقدمات طلاق اور قتل کی کثرت پر اظہار رنج کیا تھا۔ اب ایک اور تازہ معتبر شہادت اسی امر کے متعلق پیش کرتا ہوں۔ ڈیلی ٹیلیگراف اپنے ۶ جون کے پرچہ میں بعنوان "مقدمات طلاق اور بڑے صاحب خطابات" ایک نوٹ لکھتا ہے کہ آئندہ منگل کو جو عدالت کے اجلاس شروع ہونگے اسمیں پیش ہونیوالے مقدمات میں سے بہت سے لارڈز۔ کونٹ۔ سر۔ لیڈیاں اور کونٹیس وغیرہ شامل ہیں۔ نیز لکھا ہے کہ اس وقت تک ۳۰۰ نفوس زن و مرد کے نام فہرست پر آچکے ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کی فہرست ہے جو مصارف عدالت برداشت کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو صرف آج کی روٹی آسمان سے مانگ کر کھانیوالے ہیں انکے لئے اخبار مذکور کی دس جون کی اشاعت میں "انجمن اصلاح قانون طلاق" (جسکے پریذیڈنٹ لارڈ برکنہیڈ ہیں) کے سیکرٹری مسٹر ایم۔ ایل سیشن ٹائیڈمین کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ مسٹر جارج قولر نے غرباء کی امداد کے لئے انجمن مذکور کو اپنی قانونی خدمات مفت دیدی ہیں۔ پس جو غرباء انجمن ہذا کی تحقیق میں قابل امداد ثابت ہونگے انکو قانونی مدد مفت دیجائیگی۔

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ آہستہ آہستہ عیسائیت کی شہزادی شاہ اسلام کے پیغام کو قبول کر رہی ہے۔ اور عنقریب وہ دن آئیگا جبکہ وہ صبغۃ اللہ کی مہندی لگا کر دلہن بنکر قصر اسلام میں داخل ہوگی۔

ڈاکٹر زویمر اور قادیان

ڈاکٹر زویمر کا ایک مضمون بعنوان "ہندوستان میں اسلام" چرچ مشنری ریویو لنڈن میں شائع ہوا ہے اسمیں وہ دینی زیارت قادیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ہمارا استقبال نہایت پرتپاک ہوا۔ اصل میں ان کے آدمی ہمیں ملنے کے لئے دوسرے سٹیشن پر پہنچے اور ہم ایک اور سٹیشن پر اترے۔ انہوں نے بجائے گھنٹوں کے دنوں کیلئے ٹھیرنے کی دعوت دی۔ میرے دوست ڈاکٹر محمد صادق آف ڈی ٹرائٹ دینداری کا مجسم نمونہ بنکر ہمارے پاس آئے اور انہوں نے معذرت کی کہ "ہم امریکہ والی آرام کرسی اور خوردنی نہیں پیش کر سکتے" انہوں نے (اہل قادیان) اپنی طاقت کے مطابق بہتر سے بہتر ہماری

مدارات کی۔ اور ہم نے سب کچھ وہ دیکھا جو کہ وہاں قابل دید تھا۔ چھاپہ خانہ۔ دفتر ڈاک۔ پوسٹ آفس۔ دینیات کا مدرسہ۔ لڑکیوں اور لڑکوں کا مدرسہ۔ گویا یہ جگہ ایک شہد کی مکھیوں کا چھتہ ہے جو کہ نشر و اشاعت میں ہمہ تن مشغول ہے۔ نہ صرف ریویو آف ریلیجنز ہی یہاں سے شائع ہوتا ہے بلکہ تین اور اخبار بھی یہاں سے نکلتے ہیں۔ اور خط و کتابت کا رابطہ لنڈن۔ پیرس۔ برلن۔ شکاگو۔ سنگاپور اور تمام مشرق ادنیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ کاغذات کے طاقچے شاندار مکنات سے بھرے ہوئے ہیں۔ الماریاں انسائیکلوپیڈیاؤں۔ ڈکشنریوں۔ اور خلاف عیسوت لٹریچر سے لدی ہوئی ہیں۔ گویا کہ یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو کہ غیر ممکن کو ممکن ثابت کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ خوش اعتقادی اس حد تک راسخ ہے کہ وہ پہاڑوں کو جنبش دینے والی ہے"

وی پی آتے ہیں

یہ رسالہ (جیسا کہ پہلے دو مرتبہ اطلاع دی گئی تھی) اُن بقایاداروں کے نام وی پی کیا گیا ہے جن کی طرف سے تا حال سنہ ۱۹۲۵ء کی قیمت وصول نہیں ہوئی تھی۔ امید ہے وصول فرما کر شکریہ کا موقعہ دینگے۔

احباب کرام کی خدمت میں متعدد مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ رسالہ کی اشاعت کم ہے حتیٰ کہ اخراجات آمد سے زائد ہیں۔ اس لئے اسکی طرف توجہ فرماویں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ جب کہ جماعت کی تعداد آج سے ۱/۱۰ تھی کہ دس ہزار ریویو کا خریدار چاہیئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے اپنا کامیاب جاری کردہ رسالہ تشحیذ الاذہان اسی کی خاطر موقوف کرا دیا لیکن پھر بھی وہی حالت ہے۔ ہر خریدار ایک خریدار بھی اپنے آپ پر لازم کرلے تو بہت کچھ امداد ہو سکتی ہے ایسے معاونین کے نام شکریہ کے ساتھ درج ہونگے +

شرح اجرت اشتہارات ریویو اردو میں

	صفحہ	اُجرت	نصف صفحہ	اُجرت
۱۲ بار	۱	۴۰ روپے	"	۲۲ روپے
۶ بار	"	۲۲ روپے	"	۱۲ روپے
۳ بار	"	۱۲ روپے	"	۷ روپے
ایک بار	"	۴½ روپے	"	۲½ روپے

فی سطر ۴ر ضمیمہ دو صفحے یا مقطع عہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے